امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 ذی الحجۃ 1437 ھجری بمطابق اکتوبر 2016ء شمارہ 8

نئی فتوحات اور امریکہ کی طفلانہ حرکات

عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے

امیرالمؤمنین شیخ الحدیث مولانا ھبت اللہ اخندزادہ صاحب حفظہ اللہ

کا پیغام

جانب دار میڈیا کی حقیقت کھل رہی ہے

عوام مجاہدین کے منتظر ہیں

تاریخ کی طویل ترین ناکام جنگ

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عمر رضی اللہ عنہ قال وھو علی المنبر یا ایھاالناس تواضعوا . فانی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : من تواضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیم و من تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر و فی نفسہ کبیر حتی لھواھون علیھم من کلب او خنزیر ۔(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں بر سر منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگان خدا کے مقابلے میں اپنے کو اونچا کرنے کی بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہو گا لیکن عام بندگان خدا کی نگاہ میں اونچا ہو گا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و حقیر ہو جائے گا اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہو گا۔ لیکن دوسروں کی نظروں میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ کے موجودہ پالیسی کے متعلق وضاحت کروں کہ امارت اسلامیہ کی فوجی اور سیاسی دونوں حصوں میں واضح پالیسی موجود ہے۔ امارت اسلامیہ کو یقین ہے کہ افغانستان استعمار کی جانب سے قبضہ ہے اور استعمار کو مار بھگانے کی خاطر مقدس جہاد فرض ہے۔

مگر امارت اسلامیہ قبضے کی خاتمے، خودمختار اور واحد ملک اور ملک میں ایک مقدس اسلامی نظام کے قیام کے لیے واضح سیاسی پالیسی بھی رکھتی ہے، جو امارت اسلامیہ کی سیاسی دفتر کی جانب سے دنیا اور اہل وطن کو تشریح کر دی گئی ہے اور اسی طرح افغان مسئلہ کے حل کی خاطر جدوجہد کو بھی جاری رکھیں گے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ ذوالحجۃ ۱۴۳۷ ،نومبر ۲۰۱۶/ شمارہ 8

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی ،ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے ،جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

اداریہ! نئی فتوحات اور امریکہ کی طفلانہ حرکات 2

نوے فیصد ہلمند مجاہدین کے پاس ہے 3

ترکی بغاوت اور مغرب کا رویہ 6

مولوی محمد ولی شہید کی زندگی پر ایک نظر 10

عوام مجاہدین کے منتظر ہیں 13

مطبوعاتی جہاد 14

سمندری مسافروں کے لیے ہمدرد ڈرون 17

جانب دار میڈیا کی حقیقت کھل رہی ہے 19

کون سی آزادی؟ 21

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کا پیغام 22

مجاہدین ناراض نہ ہوں۔! 25

قرآن، ایک پُر لطف وتاثیر کتاب 28

سیکولرازم مغرب کا نوکر ہے 31

اشرف غنی مہاجرین کو قتل کر رہے ہیں 34

افغان فوج کے پاس کوئی نظریہ نہیں 36

تاریخ کی طویل ترین ناکام جنگ 38

افغانستان جولائی 2016ء 39

جنگی جرائم، جولائی 2016ء 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ادار یہ !

نئی فتوحات اور امریکہ کی طفلانہ حرکات

ہم جانتے ہیں کہ اس مادی دنیا میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں جو تمام امور میں امریکہ کی برابری کا دعویٰ کرسکے یا خود کو اس سے بڑا سمجھے، امریکا کے مادی وسائل تک کسی بھی ملک کے وسائل نہیں پہنچ سکتے۔ انہی وسائل اور منظم حکومت نے امریکا کو تکبر و غرور میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ غرور و تکبر کے ساتھ ساتھ امریکا میں مادیات کی حرص بھی بہت زیادہ ہے۔

امریکیوں میں اور بھی بہت ساری اخلاقی کمزوریاں موجود ہیں لیکن یہ دو کمزوریاں یعنی غرور اور مادیات کی حرص ایسی کمزوریاں ہیں جنہیں امریکا کے تمام غلط فیصلوں اور پھر غلط فیصلوں کے نتیجے میں ملنے والی ناکامیوں کی اصل وجہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکا نے کوریا، ویتنام، ڈومیکن، لبنان، گریناڈا، پانامہ، عراق، صومالیہ، ہیٹی، بوسنیا، کوسوو، افغانستان اور پھر عراق پر حملے کیے، ان تمام تر حملوں کا مقصد اور ہدف صرف اور صرف یہی تھا کہ پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری قائم کرکے پوری دنیا کے وسائل پر ہاتھ صاف کرے۔ افغان جہاد کی کامیابی کے نتیجہ میں روس کی شکست کے بعد جب دنیا امریکا کو واحد سپر پاور سمجھنے لگی تو امریکا کی حیثیت ہی بدل گئی پھر نہ تو اسے کوئی طاقت طاقت دکھائی دیتی اور نہ ہی اسے یہ گمان تھا کہ کوئی اس کے مقابلے کے لیے میدان میں اتر سکتا ہے، شائد یہی وجہ تھی کہ اس نے بنا اس کے کہ افغانوں کی تاریخ دیکھی ہوتی، ان کی مزاج سے آگاہی حاصل کرلی ہوتی یا کم از کم انگریزوں اور روسیوں کی شرمناک شکست کو سامنے رکھ لیا ہوتا، افغانستان میں قائم امن وامان سے بھرپور سچا اسلامی نظام درہم برہم کرنے اور افغانستان سمیت خطے کے دیگر ممالک پر اپنا قبضہ جمانے کی خاطر افغانستان پر حملہ کردیا۔ چونکہ امریکہ کا افغانستان پر حملہ اپنے مذموم اہداف کے حصول اور دائمی قبضے کے لیے تھا اس لئے حملہ کے وقت نہ اس نے کوئی ٹائم ٹیبل بنا کر پیش کیا اور نہ اس نے کوئی وضاحت کی تھی کہ وہ افغانستان سے اپنی فوجیں کب واپس بلائے گا۔ لیکن جب مجاہدین ان کے مقابلے کے لیے میدان جنگ میں کود پڑے، جنگ میں روز بہ روز تیزی آنے لگی، امریکی فوجیوں کی جانی ومالی نقصانات میں آئے روز اضافات ہونے لگے اور افغانستان میں موجود امریکی اور دیگر اتحادی ممالک کے فوجی مجاہدین کے مقابلے سے قاصر ہونے لگے تو سنہ 2006 میں جارج ڈبلیو بش نے مزید فوجی افغانستان بھیجے۔ یہ وہ وقت تھا جب بارک اوباما سینیٹر تھے اس نے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی تمام تر توجہ عراق سے ہٹا کر افغانستان پر مرکوز کرے۔ اور پھر جب صدارتی انتخابات میں بارک اوبامہ کامیاب قرار پائے تو اس نے فوراً افغانستان میں اپنے فوجیوں کی تعداد میں اضافے کا اعلان کیا۔ لیکن جب اوباما کے اس اعلان نے مجاہدین پر کوئی منفی اثر نہیں کیا اور مجاہدین کی طرف سے لڑائی کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ لڑائی میں مزید شدت اور امریکی نقصانات میں اضافہ ہونے لگا تو امریکی عوام کی طرف سے افغانستان سے فوج واپس بلانے کے مطالبات سامنے آنا شروع ہوگئے۔ امریکیوں کی ناامیدی کے اس عالم میں بارک اوباما نے اعلان کیا کہ 2011 کے بعد افغانستان سے فوجیوں کی انخلاء کا پروگرام ترتیب دیا جائے گا۔

2014 میں اشرف غنی اور عبداللہ کے کٹھ پتلی ادارے کے قیام کے ساتھ ہی امریکہ اور نیٹو کے ساتھ وطن فروشی کے معاہدے پر دستخط ہوئے تو امریکہ نے اپنا پروگرام تبدیل کرتے ہوئے اعلان کیا کہ 2014 کے بعد بھی امریکہ کے 9800 اور نیٹو کے 2000 فوجی افغانستان میں موجود رہیں گے جبکہ 2016 میں یہ تعداد نصف تک کم ہو جائے گی۔

مجاہدین کی طرف سے کندز شہر فتح کرنے کے بعد امریکہ نے ایک بار پھر اپنا راستہ تبدیل کرلیا اور اعلان کیا کہ وہ 2016 کے آخر تک اپنے 9800 فوجی افغانستان میں رکھے گا اور 2017 کے پہلے مہینے میں یہ تعداد کم ہو کر 5500 تک آجائے گی۔ اب اس نے پھر اعلان کیا ہے کہ افغانستان میں ہمارے 9800 نہیں بلکہ 8400 فوجی موجود رہیں گے اور اس کے ساتھ ہی 800 تازہ دم فوجی بھیجنے کا بھی اعلان کیا ہے۔ جبکہ مجاہدین کی فتوحات کا راستہ روکنے اور اپنی کٹھ پتلیوں کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لئے اپنے 100 فوجی ہلمند بھیج دیے ہیں۔

وہ امریکہ جو دائمی قبضے کا خواب لے کر افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا، آج اس حال میں ہے کہ اسے بھاگنے کا راستہ سجھائی نہیں دیتا کبھی فوجیوں کے واپس جانے کے اعلانات کرتا ہے اور کبھی افغانستان میں مزید قیام کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے فوجیوں کی تعداد کم کرنی ہے اور کبھی بڑھانے کی بڑھکیں مارتا رہتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ افغانستان میں موجود ہمارے فوجی لڑائی کے لئے نہیں بلکہ افغان فوجیوں کی تربیت کے لیے قیام پذیر ہیں اور پھر اچانک میدان جنگ میں کود پڑتے ہیں۔ امریکا کی یہ غیر مستقل حالت اس بات کی ایک بڑی دلیل ہے کہ افغانستان کے بارے میں امریکا کا موقف انتہائی متذبذب ہے۔

بعض لوگوں کا اب بھی یہ خیال ہے کہ افغانستان سے متعلق امریکی موقف بہت مضبوط اور مستقل بنیادوں پر قائم ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ مجاہدین کے پے در پے حملوں اور کمر توڑ ضربوں نے امریکا کی ساری مضبوطی تہس نہس کردی ہے۔ بے چاروں کو جب کبھی تھوڑا سستانے کا موقع مل جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ایک سال مزید افغانستان میں رہیں گے لیکن پھر جب مجاہدین کی ضربیں پڑتی ہیں اور مجاہدین کی فتوحات میں اضافہ ہونے لگتا ہے تو یہ لوگ پھر جانے کی باتیں شروع کردیتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان کا یہ رویہ صرف افغانستان تک محدود نہیں بلکہ امریکا کی پوری تاریخ اس سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے جہاں پر بھی یلغار کیا ہے تو شروع میں بڑے منظم دکھائی دیے ہیں لیکن پھر جب کمزور لوگوں سے مار پڑی ہے تو ساری کی ساری ہوا نکل گئی ہے اور بالآخر انتہائی غیر منظم اور ذلت آمیز صورت حال سے دوچار ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔

گزشتہ دنوں جب وطن عزیز کے مشرق، شمال اور جنوب میں مجاہدین نے دشمن کے بڑے بڑے فوجی مراکز فتح کئے اور بڑے بڑے اضلاع اور علاقے ان کے قبضے میں آگئے تو امریکا کے اوسان ایک بار پھر خطا ہو گئے اور ان کا موقف ایک بار پھر تذبذب کا شکار ہونے لگا ہے۔ اور اسی گھبراہٹ میں وہ حسب معمول بچگانہ حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے، آپ اندازہ لگایئے کہ وہ ہلمند جہاں ہزاروں کی تعداد میں بیرونی فوج مجاہدین کا مقابلہ نہ کرسکی اور دم دبا کر بھاگ گئی وہاں 100 فوجی بھیجنے کا کیا تک بنتا ہے؟ کیا وہ مجاہدین کے ہاتھوں سے ہلمند واپس لے سکیں گے یا اپنی کٹھ پتلیوں میں نئی روح پھونک سکیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ جو کام ہزاروں فوجی نہ کرسکے وہ 100 فوجی کیا کریں گے۔

ہم اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ امریکا اپنی کٹھ پتلی ادارے کی بقاء اور افغانستان پر دائمی قبضہ کا خواہشمند ہے اور اس کے لیے ناکام کوششیں کر رہا ہے، اور چاہتا ہے کہ خطے کے دیگر ممالک کے لئے بھی ہمیشہ خطرہ کی علامت بن کر رہے، لیکن ہم اپنے ہم وطنوں، مسلمان ملت، اور خطے کے دیگر ممالک کو یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ امریکا میں اب مزید یہاں قیام کرنے اور جنگ کو طول دینے کی سکت باقی نہیں رہی، اس کی بچگانہ اور ناکام اقدامات کا انہیں کوئی فائدہ نہیں۔ بہت جلد وہ ہمارے وطن سے دم دبا کر بھاگ جائے گا جس سے افغانستان سمیت پورا خطہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

نوے فیصد ہلمند مجاہدین کے پاس ہے

ہلمند بارے امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری یوسف احمدی کی گفتگو

قاری حبیب

عمری آپریشن کے سلسلے میں رواں سال افغانستان کے مختلف علاقوں میں مجاہدین نے قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس حوالے سے خبروں میں زیادہ رہنے والے ہلمند کو مجاہدین نے تقریباً دشمن کے سے پاک کر دیا ہے۔

اب ہلمند میں حالات کیسے ہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ یہ اور اسی طرح کے دیگر سوالات اور مسائل کے حوالے سے ہم نے امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب قاری محمد یوسف احمدی صاحب گفتگو کی ہے، جو آپ کے نذر کی جا رہی ہے۔

سوال:

آپ صوبہ ہلمند کے موجودہ حالات کے حوالے سے کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب:

صوبہ ہلمند میں جہادی حالات سب سے زیادہ اچھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوبے کے چند ایک انتظامی مراکز کے علاوہ تمام علاقے فتح ہو چکے ہیں۔ آپ نے سنا ہو گا کہ دشمن کے مقامی انتظام کاروں نے اعلانیہ اعتراف کیا ہے کہ ہلمند کے تقریباً 60 مربع کلو میٹر رقبے میں سے 80 فیصد سے زیادہ پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین کا مفتوحہ علاقہ 90 فیصد ہے۔ اشرف غنی انتظامیہ کے افراد صرف مرکز لشکر گاہ، گریشک، ناد علی، ناوی، مارجہ اور گرمسیر کے اضلاع کے مراکز میں محصور ہیں۔ ہلمند کے نوے فیصد میں کوئی بھی ایسا علاقہ نہیں، جہاں دشمن کا قبضہ ہو، بلکہ خدا کے فضل سے اب دشمن صرف ان ہی پانچ علاقوں پر بھی مکمل کنٹرول نہیں رکھتا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہلمند میں مجاہدین ماضی کے کی نسبت زیادہ رقبے پر حاکم ہیں اور عملی کارکردگی اور حوصلے کے حوالے سے مضبوط اور فتوحات کے لیے تیار ہیں۔ ہلمند میں ایسی تبدیلی آئی ہے، جس نے پورے افغانستان میں آزادی کی امیدیں مضبوط کر دی ہیں۔ مظلوم عوام کے دلوں میں خوشی کی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں۔

سوال:

گزشتہ سال عزم آپریشن کے سلسلے میں ہلمند کے اکثر شمالی علاقے فتح ہو گئے تھے۔ نوزاد، موسیٰ قلعہ، سنگین اور اسی طرح کجکی و گریشک کے اکثر علاقے فتح ہوئے تھے۔ رواں سال عمری آپریشن میں، ہلمند میں کون سی نئی فتوحات سامنے آئی ہیں؟

جواب:

یہ تفصیل طلب سوال ہے۔ گزشتہ سال ہلمند کے اکثر شمالی علاقوں سے دشمن بھاگ گیا تھا۔ اور یہ علاقے اسلامی نظام کے زیر سایہ آ گئے تھے، مگر ہلمند کے مرکزی اور جنوبی علاقے اُس وقت بھی دشمن کے قبضے میں تھے۔ درحقیقت یہ وہ علاقے تھے، جہاں 2009 میں امریکی اور برطانوی فوج نے "پنجہ شیر" کے نام سے آپریشن کیا اور ان علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ خنجر آپریشن نامی لڑائی کو امریکی میڈیا نے بہت کوریج دی تھی۔ اس کا پلان یوں بنایا گیا تھا کہ ہزاروں امریکی فوجی شوراب میں قائم امریکی کیمپ سے نکلیں گے، جس میں امریکا کی سمندری میرین افواج بھی خصوصی طور پر شامل ہوں گی۔ یہ فوجیں 'دشتِ سیستانی' کی جانب بڑھیں گی۔ سیستانی ریگستان سے گزر کر تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ ایک حصہ ناوہ، دوسرا گرمسیر اور تیسرا گروپ ضلع خانشین پر حملہ کرے گا۔ اسی وقت لشکر گاہ سے برطانوی فوجی "پنجہ شیر" آپریشن کا آغاز کریں گے اور ناد علی اور باباجی کے علاقوں میں داخل ہو جائیں گے۔

جارحیت پسندوں کے آپریشن بہت خطرناک تھے۔ جو جولائی 2009 میں شروع ہوئے اور کئی ہفتے جاری رہے۔ اس آپریشن کے مقابلے میں مجاہدین نے فولادی جال کے نام سے آپریشن شروع کر دیا، مگر چوں کہ دشمن نے انتہائی شدید مظالم کیے۔ عوامی علاقوں پر بمباری کی اور بھاری میزائل برسائے۔ اس طرح جارحیت پسندوں نے مذکورہ پانچ اضلاع کے اکثر علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں مضبوط اڈے بنا لیے۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے گزشتہ آٹھ سالوں میں بہت زیادہ اخراجات کیے ہیں۔ درجنوں اڈے، مضبوط کیمپ اور پختہ مورچے تعمیر کیے ہیں۔ ہزاروں اربکی بھرتی کیے اور داخلی فوج تعینات کر دیے، تاکہ ان کے جانے بعد

اس علاقے کا تحفظ کیا جاسکے۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے رواں سال منصوبہ بنایا کہ مذکورہ علاقوں جیسے ناوہ، گرمسیر، خانشین، ناد علی اور باباجی سے دشمن کا زور توڑنا ہے اور یہ علاقے واپس لینے ہیں۔ ان علاقوں کی فتح کے لیے رواں سال 30 جولائی سے ضلع خانشین سے آپریشن شروع کیا گیا اور مجاہدین کی تھوڑی سی مزاحمت کے بعد اللہ کے فضل سے ضلع خانشین فتح ہو گیا۔ اس کے بعد ناد علی پر حملہ کیا اور اس ضلع کے تمام مضافاتی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ درجنوں غلام فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بچ رہنے والے فوجی ضلعی مرکز میں محصور ہو گئے۔ تین اگست کو لشکر گاہ کے قریب چاہ انجینئر کا اہم علاقہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد دس اگست کو ضلع ناوہ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ اب بھی گرمسیر کے مرکز کے علاوہ تمام علاقے مجاہدین کے پاس ہیں۔ اب بھی ان پانچ اضلاع کے صرف مراکز میں دشمن محدود تعداد میں موجود ہے۔ ان مراکز کے آس پاس کے تمام علاقے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو چکے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالی نے وہ علاقہ، جہاں دشمن نے 8 سال محنت کی تھی، اپنے اربکی تعینات کیے تھے، مضبوط اڈے تعمیر کیے تھے، اللہ تعالی نے دو ہفتوں کے دوران دشمن کا تمام تر غرور خاک میں ملادیا ہے۔

سوال:

کہا جارہا ہے کہ ہلمند میں مجاہدین نے عجیب و غریب جنگی طریقے استعمال کیے ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن انتظامیہ نے اعتراف کیا ہے کہ چھ مجاہدین نے 40 فوجیوں سے بھری چیک پوسٹ فتح کر لی ہے۔ اس حوالے سے مجاہدین کی پیش رفت اور فتوحات کا راز کیا ہے؟

جواب:

مجاہدین کی قوت کا راز اخلاص نیت، تقوی اور اپنے رہنماؤں کی پوری اطاعت ہے۔ یہی وہ اہم ہتھیار ہے، جس کے ذریعے شیطانی دشمن کو شکست دی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجاہدین بہت اچھی جنگ کے تجربے کے حامل ہو گئے ہیں۔ وہ ایسے مؤثر طریقہ کار استعمال کرتے ہیں، جس سے دشمن پریشان ہو جاتا ہے۔ کبھی دشمن کی صفوں میں مجاہدین گھس کر کارروائی کرتے ہیں۔ کبھی ان کے آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کبھی انہیں آپس میں بدگمان اور ایک دوسرے کی نظر میں مشکوک ٹھہرا کر کام نکالا جاتا ہے۔ اس طرح دشمن سے جدید اسلحہ، رات میں دیکھنے کے لیے وسائل اور دیگر جنگی وسائل غنیمت میں حاصل کیے ہیں، جن کے ذریعے مجاہدین چیک پوسٹوں پر اچانک حملے کرتے ہیں اور دشمن کو ردِ عمل سے پہلے ہی مار ڈالتے ہیں یا ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ دیگر جنگی طریقے بھی ہیں، جو بیان نہیں کیے جاسکتے۔

سوال:

جو علاقے فتح ہو چکے ہیں، وہاں لوگوں کو پُرامن زندگی، اطمینان اور انصاف میسر ہے؟

جواب:

جو علاقے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو چکے ہیں، عوام کے لیے سب سے زیادہ اطمینان کی بات تو یہ تھی کہ وہاں سے کرپٹ انتظامیہ، غیر اسلامی نظام اور اس کے اوباش اور بدنام اربکیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ عوام ان لوگوں سے بہت تنگ تھے۔ وہ لوگ عوام کے مال کا خیال رکھتے تھے اور نہ ان کی زندگی کو اہمیت دیتے تھے۔ گھر لوٹ لینا، عوام کو تکلیف دینا ان کی روزانہ کی مصروفیت تھی۔ ان علاقوں میں مجاہدین کی آمد پر مظلوم عوام نے خوشی کے آنسوؤں سے ان کا استقبال کیا ہے۔ امارت اسلامیہ نے مفتوحہ علاقوں کے تحفظ اور وہاں عوام کے جان و مال، عزت اور تمام شرعی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنے گزشتہ دورِ حکومت کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کام کیا ہے۔ صحت، تعلیم، رفاہی خدمات اور لوگوں کی خوش حالی کے لیے تمام شعبوں میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ قیادت کی جانب سے مجاہدین کو حکم دیا گیا ہے کہ عوام سے پوری طرح نرمی اور خوش اخلاقی کا سلوک کریں۔ مکمل کوشش کریں کہ مظلوم مسلمانوں کو سفید پرچم تلے سکون کا سانس مل سکے اور سالوں کی تکالیف سے انہیں آرام ملے۔ عوام کو کہہ دیا گیا ہے کہ آپ کے جو رشتہ دار کابل انتظامیہ کے ساتھ کام میں شامل ہیں، انہیں باہر نکال لیں۔ ہماری طرف

سے ان کے لیے عام معافی ہے جس سے عوام میں اَور بھی خوشی پھیل گئی۔ عوام کے زمین یا دیگر تنازعات کی وجہ سے جو باہمی مسائل تھے، تمام کے تمام امارت اسلامیہ اور شرعی عدالتی نظام کے آنے سے حل ہو گئے ہیں۔ اب تمام علاقوں میں لوگ خوشی اور آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف اپنے مجاہدین کے شانہ بشانہ پوری قوت اور سنجیدگی سے کھڑے ہیں۔ اپنی زندگی پر اللہ تعالی سے راضی ہیں۔

سوال:

افغانستان کے دیگر علاقوں کے جہادی حالات کیسے ہیں؟

جواب:

افغانستان کے دیگر علاقوں میں بھی جہادی کارروائیاں پوری قوت سے جاری ہیں۔ بدخشان، نورستان، تخار، قندز، بغلان، پکتیا، ننگرہار، فاریاب، فراہ اور دیگر بہت سے علاقوں میں مجاہدین دشمن سے مکمل اضلاع خالی کروا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کابل میں دشمن پر کاری حملے ہو رہے ہیں۔ افغانستان کے مختلف علاقوں میں روزانہ دشمن کے افراد ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ جلب و جذب کمیشن کے ذریعے امارت اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ مجاہدین کو تفریق اور تقسیم کرنے کے لیے دشمن کے کئی منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔ امارت اسلامیہ ماضی کی نسبت تعلیم، دعوت و ارشاد، عالمی تعلقات، ثقافتی اور میڈیائی جہاد اور دیگر شعبوں میں بھی قابل ذکر کامیابیاں حاصل کر رہی ہے۔ عوام میں ان کی محبت ماضی کی نسبت زیادہ ہو گئی ہے۔ دوسری طرف دشمن انتظامیہ انتہائی برے حالات سے دوچار ہے۔ ان کے آپس کے اختلافات عروج پر ہیں۔ ان کے فوجی جنگ کا حوصلہ ہار چکے ہیں۔

سوال:

امریکا نے اعلان کیا ہے کہ افغانستان میں مزید فوجی بھیجے گا اور اس سلسلے میں ہلمند میں کچھ تازہ دم فوج بھیجی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ راتوں کے چھاپوں اور بی 52 طیاروں کی بمباری کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے گا۔ دیگر جدید وسائل کے استعمال سے مجاہدین کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے گا۔ آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب:

میرا خیال ہے کہ امریکا کے اس بیان کے نتائج معلوم کرنا مشکل معاملہ نہیں ہے۔ گزشتہ پندرہ سالہ تجربہ سب کے سامنے ہے۔ سب نے دیکھا کہ افغانستان میں مختلف کفریہ ممالک نے ہزاروں فوجی بھیجے۔ طرح طرح کی ٹیکنالوجی کا استعمال کیا گیا، مگر ہمارے عوام کا اللہ پر مضبوط ایمان تھا۔ وسائل کے بجائے اللہ پر بھروسا تھا۔ فتح یا شہادت کی امید پر لڑتے رہے۔ اللہ تعالی نے ان کے مقابلے میں کھڑے کفر کے سارے پرچم سرنگوں کر دیے۔ امریکا نے کبھی یہاں ایک لاکھ تیس ہزار فوجی بھیجے تھے، مگر سب جانتے ہیں کہ جنگ کا فاتح کون ہے؟ امریکا کے یہ سارے اقدامات ہمارے عوام کا ایمان متزلزل نہیں کر سکیں گے، بلکہ اس طرح ان کا معاشی اور عسکری نقصان اَور بڑھ جائے گا۔ امریکا مزید شکست کی طرف جا رہا ہے۔

سوال:

امارت اسلامیہ کے ترجمان کی حیثیت سے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب:

آپ نے قارئین کا تذکرہ کیا ہے تو میں اپنے ان بھائیوں سے کہنا چاہوں گا کہ ہر شعبے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے تعاون کریں۔ ایسے لوگ، جو مجاہدین کے میڈیا ذرائع یعنی میگزینز اور سی ڈیز سے وابستگی نہیں رکھتے، انہیں حقائق سے باخبر کریں، تاکہ وہ بھی مجاہدین کے معاون و مددگار بنیں۔ مجاہدین بھی اپنے رہنماؤں کی پوری پوری اطاعت کریں۔ اسی میں دنیا و آخرت کی خیر پوشیدہ ہے۔

ترکی بغاوت اور مغرب کا رویہ

حسن مومند

ترک عوام کے لیے 15 جولائی معمول کا دن تھا۔ وہ سب اپنی مصروفیات میں مگن تھے کہ اچانک سے استنبول میں ترک فوج کا ٹڈی دَل کسی وبا کی طرح پھیلنے لگا۔ فوج بہت جلدی میں استنبول کی سڑکوں، پلوں، آبنائے باسفورس پر قبضہ کر کے فضا میں جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر اڑانے لگ گئی۔ اسی دوران استنبول کے بڑے ایئرپورٹ 'اتاترک ایئرپورٹ' پر قبضہ جما کر سرکاری ٹی وی کی نشریات سمیت سوشل میڈیا بند کرنے کے ساتھ ساتھ فوج کے سربراہ 'جنرل ہولوسی' کو بھی نظر بند کر دیا گیا۔

یہ ترک فوج کی طرف سے بغاوت کا عملی اقدام تھا۔ فوجی بغاوت کے اعلان کے ساتھ ہی استنبول کے اکثر حصوں میں خاموشی چھا گئی، مگر کچھ ہی دیر میں یہ خاموشی ٹوٹ گئی۔ تقسیم چوک پر حکومتی حامیوں اور باغیوں کے درمیان ہاتھاپائی شروع ہوگئی، جس میں بہت سے عام شہری ہلاک و زخمی ہو گئے۔ بغاوت کے دوران ترک صدر تفریحی دورے پر مارمریس میں تھے۔ وہیں سے ایک مختصر ویڈیو خطاب کرنے میں کامیاب ہوگئے، جس میں انہوں نے عوام سے مطالبہ کیا کہ گھروں سے باہر آ جائیں اور حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کو ناکام بنائیں۔ فوج اور عوام کے درمیان ساری رات جنگ جاری رہی۔ جس میں 150 سے زیادہ شہری ہلاک ہوئے۔ صبح تک فوج عوام کے مقابلے میں مزاحمت ہار گئی اور ہتھیار ڈال دیے۔ فوج کے ساتھ جن مقامات میں ساری رات جنگ ہوئی، صبح انہی مقامات پر فتح اور خوشی کا جشن منایا گیا اور حکومت کی حمایت میں مظاہرے ہوئے۔

ترکی میں ناکام بغاوت کے بعد جس ایمرجنسی کا اعلان کیا گیا تھا، وہ آج تک جاری ہے۔ بغاوت میں ملوث افراد کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ عروج پر ہے۔ اب تک 118 جنرلز سمیت 7500 فوجی گرفتار کیے گئے ہیں اور 1500 جج اور 8 ہزار پولیس اپنی ذمہ داریوں سے برخاست کیے گئے ہیں۔ اب تک 58 ہزار سے زیادہ سے زیادہ افراد حکومتی ردِ عمل کا شکار ہوئے ہیں۔ ان بڑے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت میں صرف فوج نہیں، بلکہ حکومت کے دیگر اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شریک ہیں۔

اس سے قبل بھی ترک فوج نے 3 بار بغاوت کی ہے اور ہر مرتبہ بہت آسانی سے حکومت گرائی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کمزور اور نہتے عوام کے لیے مسلح خونخوار فوج کا مقابلہ آسان نہیں ہوتا۔ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ فوج عوام کے مقابلے میں ناکام ہوئی ہے، بلکہ کل تک ترکی کی مالک سمجھی جانے والی فوج آج پوری دنیا میں عبرت کا نشان بن گئی ہے۔ جس فوج پر وزارت داخلہ کی پولیس گولیاں برسائے، جس سے نہتے لوگ اسلحہ چھین لیں اور تشدد کر کے ان کی فوجی وردیاں اتار لیں، اس فوج کی کیا حیثیت ہوگی؟

سوال یہ ہے کہ طیب اردگان کے ایک پیغام میں اتنی قوت کیسے آ گئی؟ ترک عوام قربانی دینے کو کیوں تیار ہوگئے؟ جو حکمران طویل حکومت کریں، عوام عموماً ان سے ناراض ہوتے ہیں اور نئی حکومت کے آنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔ یہاں طیب اردگان کی طویل حکومت سے عوام نہ صرف محبت رکھتے ہیں، بلکہ اس محبت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ طیب اردگان کا اپنی قوم و ملک کے لیے بے لوث اخلاص ہی وہ چیز ہے، جس نے اسے عوام میں اس قدر محبوب اور مقبول بنا دیا ہے۔

یہ مضبوط کامیابی اور عوام کی حمایت کسی فریق سے سودے بازی کی وجہ سے نہیں، بلکہ صرف عوام کی خدمت کرنے پر ملی ہے۔ کسی حد تک ایسا کہا جا سکتا ہے کہ اردگان کی پالیسیوں کی وجہ سے اسلام پسند حلقے میں اس کے قریب ہوئے ہیں، لیکن اس کی کامیابی کی اصل وجہ بہر حال عوام کی خدمت ہی ہے۔

یہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اردگان کی پارٹی کا اقتدار میں پہنچنے کے بعد ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی علامات نظر آنے لگی ہیں۔ اسلامی شعائر کا احترام بڑھ گیا ہے، مگر اب بھی ترکی میں سیکولرازم کے ریشے پوری طرح کمزور نہیں ہو پائے۔

ترک شہری اتنے تبدیل نہیں ہوئے کہ کوئی اسلام کے نام پر ان سے ووٹ لے سکے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ترکی کے دین دار عوام نے دنیوی باتیں مد نظر نہیں رکھی ہوں گی اور ہر مرتبہ طیب اردگان کو صرف دینی محبت کی بنیاد پر ووٹ دیا ہوگا، مگر اکثر ترک عوام نے انصاف و ترقی پارٹی کے رہنماؤں کے اپنی قوم سے خلوص، خدمت، کرپشن کے خلاف طویل جنگ، معاشرتی اصلاحات، ترکی کی اقتصادی ترقی کے لیے کامیاب پروگراموں اور کوششوں کو دیکھا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ عوام حکمرانوں کے اعمال اور کردار کو دیکھتے ہیں اور ویساہی رد عمل دیتے ہیں

استنبول دنیا کے 10 مشہور شہروں میں سے ہے۔ اردگان کے آنے سے پہلے اس شہر کی حالت اتنی خراب تھی کہ شریف لوگ یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ یہاں نائٹ کلب، جوا خانے، شراب اور فحاشی کے اڈے زیادہ تھے۔ بدامنی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ دن دیہاڑے لوگوں کو لوٹا جاتا تھا اور گند اس قدر زیادہ تھا کہ دن بدن سیاحوں کی آمد کم ہو رہی تھی۔

اردگان استنبول کا میئر بنا تو ایسی تبدیلی لائی، جسے تاریخی کرشمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ انتہائی جرأت سے فسادات اور کرپشن کی روک تھام کے عملی اقدامات کیے۔ کرپشن اور رشوت خوری کا مرکز بن جانے والے استنبول سے ان برائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ فلاح عامہ کے بہت سے منصوبے شروع کیے اور کامیابی سے مکمل کیے۔ استنبول میں ٹرانسپورٹ بڑا مسئلہ تھا، جسے حل کر دیا۔ فضائی آلودگی کا خاتمہ کر دیا۔ معیار تعلیم بلند کر دیا۔ شہری پولیس کا استعمال کر کے مثالی امن قائم کیا۔ سستے سامان کی فراہمی کا خصوصی سیکٹر قائم کیا اور بہت سی ایسی مثبت تبدیلیاں لائیں۔ طیب اردگان کی کامیابی کے پس پردہ ان کی ان تھک اور مسلسل محنت ہے۔

80اور90 کی دہائی میں ترکی شدید اقتصادی تنزلی کا اس قدر شکار تھا کہ اپنے ملازمین کی تنخواہیں دینے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ حکومت اپنے ملازمین کو تنخواہیں بھی آئی ایم ایف سے لیے گئے قرضوں سے ادا کرتی تھی۔ جب 2002 میں اردگان وزیر اعظم بنے تو انہوں نے قرضوں کی ادائیگی کا ارادہ کیا، جو 2012 میں ایک ارب ڈالر تک پہنچ گیا تھا۔ اس سال انہوں نے بقیہ قرضے بھی ادا کر دیے۔ اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کر دیا کہ ہم آج کے بعد آئی ایم ایف کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے، بلکہ ضرورت پڑنے پر آئی ایم ایف ہم سے قرضہ لے سکتا ہے۔ اب حقیقتاً ترکی اس لائق بن گیا ہے کہ آئی ایم ایف اس سے قرضہ لے۔

اردگان نے ترکی کی اقتصادی ترقی کا آغاز کیا تو جرمنی کے علاوہ پورے یورپ میں اقتصادی بحران سامنے آ گیا۔ انہی دنوں ترکی کی اقتصادی ترقی 5 فیصد بڑھ گئی تھی۔ اردگان کے گزشتہ 3 ادوار میں ایسے سال بھی آئے کہ اس کی اقتصادی ترقی کی رفتار چین کے برابر ہو کر 10 فیصد تک پہنچ گئی۔ عالمی سطح پر ترکی کی معیشت کو دنیا کی 17 ویں اقتصادی طاقت سمجھا جاتا ہے، اردگان پورے یقین سے کہتا ہے کہ 2020 تک ترکی اقتصادی دنیا کے خط اول تک پہنچ جائے گا اور اس کا شمار دنیا کی دس بڑی معیشتوں میں ہوگا۔ 2025 تک ہر شہری کی سالانہ آمدنی 25 ہزار ڈالر سے کم نہ ہوگی۔ یعنی دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک کے شہریوں کی آمدنی سے ترکی کی آمدنی کم نہ ہوگی۔ 2002 میں ترکی کے مرکزی بینک میں موجود رقم کا حجم صرف 25 ارب ڈالر تھا۔ 2011 میں 2/92 تک پہنچ گیا اور اب 2016 میں مرکزی بینک کا سرمایہ 135 ارب 335 ملین ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔

> حالیہ بغاوت میں امریکا کی خفیہ مداخلت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ترکی کا وہ پائلٹ، جس نے روسی طیارہ گرایا تھا، حالیہ بغاوت میں سب سے زیادہ سرگرم رہا۔ دوسری بات یہ کہ ترکی میں موجود امریکی اڈا فضائی حملوں کے لیے استعمال کیا گیا۔ ناکام فوجی باغیوں نے اسی اڈے میں پناہ لی۔ جس کی وجہ سے طیب اردگان انتظامیہ نے اس اڈے کی بجلی کاٹ دی۔ اسی لیے تو بغاوت کے چار روز بعد دنیا کو دکھانے کے لیے اوباما نے طیب اردگان سے ٹیلیفونک رابطہ کیا اور مسئلے کے سیاسی حل کا مطالبہ کیا۔

گزشتہ حکومتوں میں بیرونی کرنسی کے مقابلے میں ترک کرنسی 'لیرا' کی قیمت مسلسل گر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ڈالر 222 لیرا میں ملتا تھا۔ طیب اردگان کی حکومت کے بعد ایک ڈالر 2 لیرے اور 75 پیسوں میں ملتا ہے۔ طیب اردگان کی کوششیں سے آج ترکی کا شمار ان 9 یورپی ممالک میں ہوتا ہے، جن کا خسارہ سب سے کم ہے۔ اردگان نے یونی ورسٹیوں کی تعداد 88 سے بڑھا کر 186 تک پہنچا دی ہے۔ اسی طرح ایئرپورٹس کی تعداد بھی 26 سے بڑھا کر 50 تک پہنچا دی ہے۔

طیب اردگان نے 18 ہزار 5 سو کلومیٹر تک نئی سڑکیں بنائیں اور ترکی میں پہلی بار تیز رفتار ریل کی پٹڑیاں بچھائیں۔

استنبول میں اربوں ڈالر کی لاگت سے زیر سمندر ایسا ٹنل بنایا، جو ایشیا اور یورپ کو آپس میں ملاتا ہے۔ اس ٹنل سے بیک وقت ٹرک، چھوٹی گاڑیاں اور ریل گزر سکتی ہے۔ اس ٹنل کے وجود میں آنے کے بعد ترکی میں زمینی راستے سے سیاحوں کی آمد میں اضافہ ہوا ہے۔ تجارتی مال کی درآمد و برآمد میں بھی بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں بے روزگاری دن بدن بڑھ رہی ہے مگر ترکی میں باصلاحیت نوجوانوں کے لیے بے روزگاری کی سطح 15 سے 9 فیصد تک کم ہوگئی ہے۔ ترکی کا بینکنگ سسٹم اس قدر مضبوط اور خود کفیل ہے کہ دنیا کے جس بحران نے بڑے اداروں کو دیوالیہ کر دیا تھا، ترکی کے بینکنگ سسٹم پر کوئی اثر نہ ڈال سکا۔ ترکی میں اجناس کی قیمتوں میں اضافہ 30 فیصد سے 7.6 تک کم ہوگیا۔ اردگان نے صرف شہروں سمیت دیہاتوں کی حالت بہتر بنانے پر بھی توجہ دی ہے۔ اس لیے ترکی کی زراعت نے بھی اتنی ترقی کی ہے کہ جس سے قومی بجٹ میں ہونے والی آمدنی میں اربوں ڈالر کا اضافہ ہوا ہے۔

موجودہ ترکی کی یہ خوش حالی امریکا کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس لیے امریکا نے طیب اردگان انتظامیہ کو ناکام کرنے کی بہت سازشیں کیں۔ موجودہ فوجی بغاوت بھی انہی میں سے ایک ہے۔

بغاوت کے وقت امریکی صدر نے بغاوت کی مذمت سے احتراز کیا، مگر جب بغاوت ناکام ہوگئی تو پھر طیب اردگان کی حمایت کر دی۔ اسی طرح جب اردگان کی طرف سے باغیوں سے تعاون کے خلاف جب کلین آپریشن شروع ہوا تو امریکا نے اعتراضات شروع کر دیے۔ دنیا کے ہر ملک میں باغی فوجیوں پر عسکری عدالتوں میں مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ طیب اردگان انتظامیہ نے بھی ایسا ہی کیا اور بغاوت میں ملوث 149 جنرلز کو فوجی عدالتوں میں پیش کیا، جس پر امریکا نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ 28 جولائی کو امریکی فوجی مرکزی کمیٹی کے سربراہ جنرل جوزف نے کہا ہے کہ بہت زیادہ جنرلز کی تعطلی سے امریکا اور ترکی کے درمیان تعلقات پر اثر پڑے گا۔

مذکورہ امریکی جنرلز کا یہ بیان ترکی کے اندرونی معاملات میں واضح مداخلت تھی۔ اس لیے اس کے خلاف صدر اردگان نے بھی شدید ردعمل ظاہر کیا اور کہا ہے کہ 'فوجی بغاوت کی ناکامی پر ترکی حکومت کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے آپ باغیوں کی حمایت کرتے ہیں۔'

ایسے مضبوط شواہد موجود ہیں کہ چند ماہ قبل روسی صدر ولادی میر پیوٹن نے اپنا مشیر الیگزینڈر ڈوگین کو خفیہ انقرہ بھیجا، جس نے ترکی رہنماؤں کو بتایا کہ اردگان حکومت کے خلاف امریکا کے اشارے پر فوجی بغاوت ہونے والی ہے۔ انہوں نے بری اور فضائی فوج کے بعض جنرلز کے نام بھی حکومت کے حوالے کیے، جنہوں نے اس پلان میں حصہ لیا تھا۔ اسی لیے اردگان حکومت نے 2 ہزار سے زیادہ افراد کی ایک خفیہ لسٹ عدلیہ کو دی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ عدلیہ نے کارروائی کے بجائے الٹا چند جنرلوں کو حکومتی عزائم سے باخبر کر دیا، جس کی وجہ سے باغی جنرلوں کو فوراً ہی بغاوت کے منصوبے پر عمل کرنا پڑا۔

ترکی میں فوجی بغاوت کا انکشاف روس کو اس وقت ہوا تھا، جب چند ماہ قبل روسی ایس یو 24 جنگی طیارہ گرانے کے لیے دو ترکی پائلٹوں نے آپس میں خفیہ گفتگو کی تھی۔ ان دونوں پائلٹوں کی گفتگو روس کے جاسوسی نیٹ ورک نے محفوظ کی تھی، جس میں امریکا کے کہنے پر روسی طیارہ گرانے کا ذکر تھا۔ جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر ترکی اور روس کے روابط خراب ہونے اور پھر بغاوت کی کامیابی کی بات بھی کی گئی تھی۔ الیگزنڈر ڈوگین کی آمد کے بعد طیب اردگان نے پیوٹن کے نام بھیجے گئے خط میں ترکی کی جانب سے روسی طیارہ گرانے کے واقعے پر معافی مانگی، جس سے دونوں ممالک کے تعلقات اور روابط پر مثبت اثر پڑا۔ صدر پیوٹن نے طیب اردگان سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا اور انہیں بغاوت کی ناکامی پر مبارک باد پیش کی اور ترکی سے مزید تعاون پر آمادگی ظاہر کی۔

حالیہ بغاوت میں امریکا کی خفیہ مداخلت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ترکی کا وہ پائلٹ، جس نے روسی طیارہ گرایا تھا، حالیہ بغاوت میں سب سے زیادہ سرگرم رہا۔ دوسری بات یہ کہ ترکی میں موجود امریکی اڈا فضائی حملوں کے لیے استعمال کیا گیا۔ ناکام فوجی باغیوں نے اسی اڈے میں پناہ لی۔ جس کی وجہ سے طیب اردگان انتظامیہ نے اس اڈے کی بجلی کاٹ دی۔ اسی لیے تو بغاوت کے چار روز بعد دنیا کو دکھانے کے لیے اوباما نے طیب اردگان سے ٹیلیفونک رابطہ کیا اور مسئلے کے سیاسی حل کا مطالبہ کیا۔

بغاوت کے پیچھے امریکی ہاتھ کا ہونا ویسے بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، مگر ایسا لگتا ہے کہ یورپی ممالک بھی بغاوت کی کامیابی اور اردگان حکومت کا خاتمہ چاہتے

تھے۔ اسی لیے بغاوت کی ناکامی پر یورپ میں بڑی مایوسی چھائی رہی۔ میڈیا اردگان کے خلاف بہت منفی پروپیگنڈا کرتا رہا۔

بغاوت کو ناکام بنانے اور امن کے قیام کے لیے جس طرح طیب اردگان نے ملک میں تین ماہ کے لیے ایمرجنسی لگانے کا اعلان کیا تو یورپی یونین نے شور مچا دیا۔ یونین کے سربراہ جوہانس اور خارجہ امور کے سربراہ فیڈریکا موگرینی نے کہا کہ طیب اردگان نے ترکی کے قانون اور اصولوں کے خلاف مخالفین کی صفائی اور خاتمے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور یہ انسانی حقوق کے خلاف عمل ہے۔

باغی فوجیوں نے تقریباً 3 سو پولیس اہل کاروں اور مظاہرین کو ہلاک کیا۔ ترکی کے قانونی اور منتخب صدر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ملک کے چیف آف آرمی اسٹاف کو نظر بند کیا۔ پارلیمانی اور سیکورٹی اداروں کی عمارتوں پر بمباری کی۔ ان قاتلوں اور مجرموں کے خلاف اب جو بھی قانونی اور اصولی اقدام ہوگا، جتنی بھی سخت سزا دی جائے، کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

غیر مسلم دنیا میں ان جرائم سے ہٹ کر بہت چھوٹے چھوٹے جرائم پر بہت شدید سزائیں دی جاتی ہیں۔ اقوام متحدہ، مغربی یورپی اتحاد، انسانی حقوق کی تنظیمیں اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور نہ اسے ظلم سمجھا جاتا ہے۔ مگر ترکی جیسے اسلامی ملک میں سارے معیارات بدل جاتے ہیں۔

یورپی یونین کی بے انصافی دیکھیے کہ فرانس میں نومبر کے واقعے کے بعد حکومت نے ملک میں 6 ماہ کے لیے ایمرجنسی کا نفاذ کر دیا۔ جس کی آڑ میں فرانس پولیس نے بڑے پیمانے پر تیونسی، الجزائری اور مراکشی نژاد مسلمانوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔ معاشرے میں مسلمانوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بلا کسی اطلاع گھروں میں حساس اداروں کے اہل کار چھاپے مارتے ہیں۔ لیکن فرانس کے اس ظلم کے خلاف یورپی یونین کی جانب سے کوئی بھی رد عمل سامنے نہیں آیا۔

یورپی یونین کے ان اعتراضات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکا کے علاوہ دیگر مغربی ممالک کا بھی اس بغاوت کے پیچھے ہاتھ تھا اور باغیوں کو ان سے قوی امید تھی کہ کامیابی کی صورت میں ان کی حمایت کریں گے۔

مغربی میڈیا پہلے اردگان کی اقتصادی کامیابی اور فتوحات کی خبریں شوق سے بیان کرتا تھا۔ ان کے ترقیاتی کاموں کو مکمل کوریج دیتا تھا۔ اسے اسلامی دنیا کے لیے ایک نمونے کے طور پر پیش کرتا تھا، مگر جب طیب اردگان نے مسلمان ممالک کو ترکی سے قریب کرنے کی کوششیں شروع کیں اور اس حوالے سے اقدامات کیے تو اسی جرم میں مغربی میڈیا نے اردگان کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ مغربی میڈیا مسلسل یہ کہتا ہے کہ اردگان عثمانی خلافت کی احیا کی فکر میں ہے۔ وہ خود کو سلطان بنانا چاہتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ترکی میں اسلام اور سیکولرازم کی شدید جنگ جاری ہے۔ جس میں سیکولرازم شدید شکست سے دوچار ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ سیکولرازم اپنی طبعی موت کی جانب بہت تیزی سے جا رہا ہے۔

اردگان نے اپنے گزشتہ تین ادوار میں عوام کو ترغیب دی ہے کہ مغرب کے بجائے مشرق کی جانب رخ کریں۔ عوام نے عملاً طیب اردگان کا پیغام قبول کر لیا ہے اور وہ اس حوالے سے اردگان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا کہ جب اردگان نے میڈیا کے سامنے اسرائیلی وزیر اعظم کو شرمندہ کیا۔ غزہ کی جانب دواؤں اور غذائی مواد سے بھرے فلوٹیلا سمندری قافلے کا بھیجنا اور اس پر اسرائیلی حملے کے بعد اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کر دینا بھی در حقیقت اس مغربی دنیا اور امریکا کے خلاف رد عمل ظاہر کرنا تھا، جو اسرائیل کی ہر وحشت کے پیچھے کھڑے ہیں۔ غزہ اور برما کے مسلمانوں کے متعلق سوال اور ان کے حق میں آواز اٹھانا، بنگلہ دیش میں حکومت کی جانب سے جماعت اسلامی کے رہنماؤں کی پھانسی پر رد عمل کے اظہار کے طور پر بنگلہ دیش سے اپنا سفیر واپس بلانا اور بے گناہ مصریوں کے قتل عام، السیسی حکومت سے روابط کی خرابی، یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ گزشتہ 14 سالوں میں ترکی بہت بدل گیا ہے۔

امریکا اور دیگر مغربی قوتیں ترکی کی اس تبدیلی کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔ امریکا کی ترکی کو دوبارہ کمال اتاترک والا ترکی بنانے کی کوششیں خاک میں مل رہی ہیں۔ عوام ہر مشکل میں اردگان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ جن حکمرانوں کے پشت پر عوام کھڑے ہو جائیں، کوئی سازش بھی انہیں ناکام نہیں کر سکتی۔

مولوی محمد ولی شہید کی زندگی پر ایک نظر

عبدالرؤف حکمت

اسلامی نظام کی بنیادوں پر قائم ایک نظام کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی مخلوق کو خیر کی جانب بلائے اور شر سے بچائے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے درمیان ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری قرار دیا ہے، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سنبھالے۔ اللہ تعالی کا پاک ارشاد ہے:

'' ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون.'' (آل عمران)

''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو، جو خیر کی طرف بلائے اور نیکیوں کا حکم کرے اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

قرآن کریم کے اسی حکم کی بنیاد پر جب امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں امارت اسلامیہ کے قیام کا اعلان ہوا تو قندھار کی فتح کے کچھ عرصہ بعد امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے خصوصی فرمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ قندھار کے ایک پرہیز گار اور با استعداد عالم اور مجاہد مولوی محمد ولی صاحب اس کے سربراہ بنا دیے گئے۔ جب کابل فتح ہوا تو اسی نام سے باقاعدہ وزارت تشکیل دی گئی۔ امریکی جارحیت کے دور تک انہوں نے یہ خدمت سنبھالے رکھی۔ ذیل کی تحریر میں مولوی محمد ولی کی زندگی پر ایک نظر ڈالی گئی ہے:

زندگی کے ابتدائی مراحل:

مولوی محمد ولی حنفی، ملا محمد عوض کے صاحبزادے اور ملا عبدالواحد کے پوتے تھے۔ قوم کے پشتون علی زئی تھے۔ ہجری شمسی سال 1346 میں قندھار کے سیاچوی نامی علاقے میں پیدا ہوئے۔ یاد رہے سیاچوی تب پنجوائی کا مضافاتی علاقہ سمجھا جاتا تھا، مگر نئی انتظامی تقسیم کی بنیاد پر اب اسے ضلع ژڑی کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ مولوی محمد ولی صاحب کا خاندان ہمیشہ سے علم و دیانت کا حامل خاندان رہا ہے۔ والد اور بھائیوں نے بھی دینی علم حاصل کر رکھا تھا۔ انہوں نے بچپن میں ہی دینی علم حاصل کر لیا تھا۔

تعلیمی سلسلہ:

مولوی محمد ولی صاحب کے والد ایک علم دوست شخص تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو ہر کام سے مستثنی کر کے علم کے حصول کے لیے فارغ رکھا۔ ان کے ایک بھائی کا کہنا ہے کہ ایک بار والد صاحب نے ہم سے کہا: ''اگر میری جان اور جسم پر آگ بھی جل رہی ہو تو بھی اپنا تعلیمی سلسلہ ترک نہیں کرنا۔ مولوی محمد ولی صاحب اپنے بھائیوں میں خاص قابلیت کے مالک تھے۔ والد کی ان پر خاص نظر تھی اور ان کا خاص خیال رکھتے تھے کہ اچھے عالم بن جائیں۔

مولوی محمد ولی صاحب کے بڑے بھائی قاری عبدالباری صاحب پاکستان کے مشہور جامعہ 'دارالعلوم حقانیہ' میں حصول علم میں مصروف تھے۔ وہ انقلاب ثور کے بعد اپنے چھوٹے بھائی 11 سالہ عبدالولی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں اس معروف علمی مرکز میں دینی علوم کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولوی محمد ولی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ میں دو سال گزارے۔ اس کے بعد بلوچستان گئے اور وہاں مختلف مشہور مدارس اور مشہور اساتذہ سے استفادہ کیا۔

مولوی عبدالغنی صاحب نے زمانہ طالب علمی کا زیادہ وقت مولوی محمد ولی صاحب کے ساتھ گزارا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد ولی صاحب ہر لحاظ سے ایک مخلص، تقوی دار اور علم سے محبت رکھنے والے انسان تھے۔ شریعت مخالفت کوئی کام بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

جب کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کامیابی سے ہم کنار ہو رہا تھا، مولوی محمد ولی صاحب ایک بار پھر دارالعلوم حقانیہ گئے۔ وہاں دو سالوں میں درسِ نظامی کی آخری دو سالہ تعلیم مکمل کی۔ وقت کے عظیم عالم دین شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ سے حدیث نبوی کی اجازت حاصل کی۔

جہادی زندگی:

روسی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کے دور میں مولوی محمد ولی صاحب

نوجوان تھے۔ سال کے اکثر حصہ دینی مدارس میں پڑھتے رہے۔ البتہ سالانہ تعطیلات میں قندھار جاتے اور وہاں روس کے خلاف جہاد میں حصہ لیتے۔ ان کے بڑے بھائی قاری عبدالباری صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد ولی صاحب نے روس مخالف جہاد کے دوران زیادہ عرصہ قندہار کے معروف اور مشہور مجاہد شہید لالا ملنگ کے محاذ پر گزارا۔ اکثر یہ محاذ ارغنداب، پنجوائی اور قندھار شہر کے مضافات میں کارروائیاں کرتا تھا۔ یہ گروپ قندھار کے ان محاذوں میں سے تھا، جنہوں نے جہاد کے دوران کلیدی کردار ادا کیا تھا اور بہت سے کارناموں کا اعزاز اپنے نام کیا تھا۔ کمیونسٹ دور حکومت کے آخری سال مولوی محمد ولی صاحب شہید جہاد کے لیے زابل بھی گئے، جہاں جبار ملیشیا کے تحت کمیونسٹوں کے خلاف شدید جنگیں لڑیں۔ مولوی صاحب اس جنگ میں شدید زخمی بھی ہوئے۔ جہاد کی کامیابی کے بعد مولوی محمد ولی صاحب پنجوائی میں دینی علوم کی تدریس کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اور تحریک اسلامی طالبان کے ظہور تک تدریس ہی میں مصروف رہے۔

امارت اسلامیہ میں شمولیت اور خدمت:

ان کے بھتیجے حافظ محمد صاحب کہتے ہیں: جب تحریک کے آغاز میں ایک مرتبہ ہم مولوی محمد ولی صاحب کے ساتھ مدرسہ میں پڑھ رہے تھے، ہم نے فائرنگ کی آواز سنی۔ لوگوں نے کہا کہ طالبان (طالب علموں) نے ایک جنگجو کمانڈر اور ڈاکو 'صالح' پر حملہ کر دیا ہے۔ مولوی محمد ولی صاحب نے اسی دن تدریس چھوڑ دی اور اپنے طلبا کو لے کر جنگ کے لیے نکل پڑے۔ یہ طالبان تحریک کی پہلی لڑائی تھی اور مولوی محمد ولی صاحب یہیں سے تحریک کے ساتھ مل گئے۔

قندھار کی فتح کے کچھ عرصہ بعد امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق امر بالمعروف کا ادارہ بنایا گیا اور مولوی محمد ولی صاحب اس کے سربراہ کی حیثیت سے متعین کیے گئے۔ انہوں نے اس ادارے میں اپنی ذمہ داری بہت اخلاص اور خوبی سے نبھائی۔ امارت اسلامیہ کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یعنی اسلامی نظام کا نفاذ، اس کے اکثر امور اسی ادارے کے ذریعے انجام پائے۔ جب کابل فتح ہوا، افغانستان کی تاریخ میں پہلی بار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے باقاعدہ وزارت بنائی گئی۔ اس وزارت کے تمام صوبوں میں دفاتر قائم تھے۔ اس کے اہم کاموں میں دینی شعائر کا احیا، نماز، روزہ، زکوۃ اور تمام اعمال حسنہ پر لوگوں کو عمل کروانا، ناجائز کاموں، بدعات اور غیر شرعی امور کا خاتمہ، موسیقی، فحاشی اور بے دینی کے اسباب کا خاتمہ، شرعی حجاب اور پردہ کی جانب خواتین کو مائل کرنا، مسلمانوں کی سیرت اور صورت شرعی طریقے پر بنوانا، منشیات، شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال کا خاتمہ اور اس طرح کے دیگر شرعی امور ادارے کی اہم ذمہ داریوں میں شامل تھے۔

مولوی محمد ولی صاحب اس وزارت کے امور میں بہت دلچسپی، پوری توجہ اور دیانت داری سے کام کرتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو کسی ناجائز امر کی وجہ سے قید کرنے کا حکم دیا تھا۔ جسے آپ کے بڑے بھائی نے بلا اجازت رہا کر دیا۔ آپ کو پتا چلا تو حکم دیا کہ ہمارے بڑے بھائی کو قید کر دیا جائے۔ ان کا بھائی قید کے خوف سے شہر چھوڑ کر چلے گئے۔

امریکا کے خلاف جہاد اور شہادت:

جب امریکی جارحیت کے بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین افغانستان کے بڑے شہروں سے نکل گئے۔ مولوی محمد ولی صاحب نے بھی روپوشی اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ خفیہ رہنے کے بعد ایک بار پھر جہادی امور سنبھالنے کے لیے آگے آئے اور عملی محاذ کا رخ کیا۔ حافظ محمد صاحب کہتے ہیں: مولوی صاحب کو جہاد سے بے انتہا محبت تھی۔ جب وہ 2006 میں پہلی بار محاذ پر جا رہے تھے تو بہت خوش تھے اور کہہ رہے تھے کہ بیت اللہ شریف جانے کو بھی اتنی خوشی سے جانے کو دل کر رہا جتنی خوشی (قندھار کے جہادی علاقے) پاشمول کے محاذ پر جانے سے ہو رہی ہے۔ راہ جہاد میں شہادت ان کی سب سے بڑی خواہش تھی۔

شہادت سے کچھ عرصہ قبل ضلع ژڑی کے علاقے سیاچوی میں اپنے بھتیجوں کے ہاں گئے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں حالات خراب ہیں۔ امریکی فوجی حملے کرتے ہیں۔ ہمارا مشورہ یہی ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں جہاد اور شہادت کے لیے گھر سے نکلا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ عجیب بات یہ تھی کہ کچھ دن بعد اللہ تعالی نے مولوی محمد ولی صاحب کی یہ خواہش پوری کر دی۔ ضلع ژڑی کے علاقے پاشمول میں راز محمد خان نامی گاؤں میں مجاہدین کے مرکز پر امریکی ہیلی کاپٹروں نے بمباری کر دی، جس کے نتیجے میں 25 دیگر مجاہدین کے ساتھ ساتھ 24 ذی قعدہ 1427ھ کو مولوی محمد ولی صاحب بھی شہید ہو گئے۔ اس بمباری میں بہت سے مجاہدین کے

جسد صحیح سالم تھے۔ جب کہ مولوی محمد ولی صاحب کے جسم کو بم آ کر لگا تھا، اس لیے ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اس طرح ان کی شہادت کی خواہش پوری ہو گئی۔

شخصیت:

مولوی محمد ولی صاحب اپنے ساتھیوں کے درمیان بہت تقوی دار اور دیانت دار مشہور تھے۔ ان کے ساتھی مولوی حمد اللہ مطیع صاحب کہتے ہیں: مولوی محمد ولی صاحب ایک پرہیزگار اور مخلص آدمی تھے۔ انہیں فقر کی زندگی پسند تھی۔ جہاد اور اسلامی نظام کی راہ میں بہت اخلاص سے خدمات انجام دیں اور اسی راہ میں شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

ان کے بھائی قاری عبدالباری صاحب کہتے ہیں: مولوی صاحب بچپن اور نوجوانی سے ہی تقوی اور دیانت کا نمونہ تھے۔ یہاں تک کہ جوانی میں بھی ہم نے انہیں عیش پرستی، بے جا ہنسی، مذاق اور وقت ضائع کرتے نہ دیکھا۔ ان کا تقوی طبعی تھا۔ ذکر واذکار بہت زیادہ کرتے تھے اور تصوف کے نقشبندیہ سلسلے کے مرید تھے۔ وزارت کے دور میں امارت اسلامیہ کی جانب سے انہیں جو تنخواہ دی جاتی تھی، وہ بھی سب اپنے گھر میں خرچ نہیں کرتے تھے، بلکہ آدھی واپس کر دیتے تھے اور گھر کے اخراجات ذاتی ذرائع سے پورے کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنا سارا وقت امارت کے کام کو نہیں دیا، بلکہ آدھا وقت دیا ہے۔ اس لیے سارے مصارف امارت کی تنخواہ سے بھی نہیں پورا کرنا چاہتا۔

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مولوی صاحب باوجود اس کے کہ وفاقی وزیر تھے، مگر زندگی میں آسائش کے لحاظ سے کوئی تغیر نہ تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ وزارت سے پہلے میرے پاس 13 ہزار روپے تھے، مگر جب امارت کا سقوط ہوا اور میں ہجرت کرنے لگا تھا تو میرے پاس 7 ہزار روپے تھے۔ وہ اس پر شکر ادا کرتے تھے کہ بیت المال کے پیسوں سے ذاتی سرمایہ نہیں بنایا۔

قاری عبدالباری صاحب کہتے ہیں: مولوی صاحب میرے بھائی اور مجھ سے چھوٹے تھے۔ میں امارت اسلامیہ کے دور میں صوبہ خوست میں کام کر رہا تھا۔ میں جب چھٹیوں میں قندھار آتا تو شکار کے لیے بھی جاتا۔ ایک بار مولوی محمد ولی صاحب نے مجھ سے کہا کہ جب شکار کے لیے جاؤ تو امارت کا تیل خرچ نہ کرو اور اگر گاڑی خراب ہو جائے تو اپنے جیب سے ٹھیک کرواؤ۔ کیوں کہ گاڑی تمہیں سرکاری امور کے لیے دی گئی ہے، شکار کے لیے نہیں دی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد ولی صاحب بیت المال کے مصارف میں انتہائی محتاط تھے اور اس شعبے میں کسی رشتہ داری کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

ان کے قریبی ساتھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عام ڈرائیور کی گاڑی کی ٹکر سے مولوی صاحب زخمی ہو گئے۔ جب گاڑی کے مالک کو پتا چلا کہ گاڑی کی ٹکر سے زخمی ہو کر بے ہوش ہونے والا کوئی اور نہیں، حکومت کا وفاقی وزیر ہے تو وہ بہت گھبرا گیا۔ امارت کی پولیس کی جانب سے ڈرائیور کو پکڑ کر لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔ جب مولوی صاحب کو ہسپتال میں ہوش آیا تو سب سے پہلے انہوں نے یہی کہا کہ اس ڈرائیور کو اگر پکڑ رکھا ہے تو اسے آزاد کر دو، میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

یہ بات اس لیے زیادہ غور کرنے کی ہے کہ اب امارت کے سقوط کے بعد ہم کرزئی اور اشرف غنی کی حکومتوں میں آئے روز دیکھتے ہیں کہ روزانہ اعلی حکام کی جانب سے عام ڈرائیوروں، ٹریفک یا پولیس اہل کاروں کو اس لیے مارا پیٹا جاتا ہے، حتی کہ زخمی کیا جاتا ہے، بلکہ جان سے ہی مار دیا جاتا ہے۔ کیوں اس نے وزیر یا رکن پارلیمنٹ کے لیے راستہ خالی نہیں کیا۔ اس طرح متکبر حکام مظلوم اور بے سہارا لوگوں کو اپنی فرعونیت دکھاتے ہیں، مگر امارت اسلامیہ کے حکمرانوں کی مثال ایسی تھی، جیسے مولوی صاحب رحمہ اللہ تھے۔ غلطی بھی دوسرے کی ہو اور پھر بھی معاف کر دیتے ہیں اور دعوی بھی نہیں جتلاتے۔

اللہ تعالی مولوی صاحب رحمہ اللہ پر رحم فرمائے اور ان کی برکات ان کے ورثا کو عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

عوام مجاہدین کے منتظر ہیں

حبیب مجاہد

کابل ایک بار پھر تنظیمی جھگڑوں کی آفت کا شکار ہو رہا ہے۔ کابل شہر کا قلب اور شہر آرا تار کا تاریخی علاقہ جنگ کی بھٹی میں جلنے لگا ہے۔ اشرف غنی کے جنگجو ٹیڑھی ٹوپی سر پر رکھے راکٹ لانچر کمر بند سے نکالے، پائنچے چڑھائے، چرس اور سگریٹ کا دھواں اڑاتے سادہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ کابل شہر کے گلی کوچوں میں آ جا رہے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ وہ باسی ہڈیاں جو 'مرنجاں' پہاڑی کے ایک پرانے قبرستان سے نکالی گئی ہیں اور انہیں امیر حبیب اللہ کلکانی کے جسد کا نام دیا گیا ہے، شہر آرا کی تاریخی پہاڑی میں دفن کریں۔

دوسری جانب جنرل دوستم کے مسلح جنگجو ہیں، جنہوں نے چہرے پر چادر باندھ رکھی ہے۔ پلنگی کوٹ پہنے ہوئے ہیں اور بھاری و ہلکے اسلحے سے شہر آرا کے کوچے میں مورچہ زن ہیں۔ اشرف غنی کے اہل کاروں پر فائر کر رہے ہیں۔ شہر آرا کا کوچہ میدان جنگ بن گیا ہے۔ ایک جانب دوستم کی ملیشیا قدم جمائے ہوئے ہے اور دوسری جانب گل حیدر، امان اللہ گذر اور ان کی طرح کے دیگر جنگجو بھی شامل ہیں۔ کابل کے نہتے لوگ خوف زدہ ہیں۔ بے بسی کی زندگی میں اپنے چمن کو اُجڑتا ہوا دیکھنے کے علاوہ اُن کے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

کابل کے شہریوں کے ذہنوں میں دو عشرے قبل کے پرانے حالات پھر سے تازہ ہو رہے ہیں، جب دوستم اور مسعود مرنجان اور بالا حصار کے کوچوں میں ایک دوسرے سے زور آزمائیاں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف خونی کارروائیاں کرتے تھے۔ درمیان میں کابل شہر ان کی بے رحمانہ اور جاہلانہ آگ کے شعلوں میں جل رہا تھا۔ اس دن کابل کا علاقہ بالکل ہی نوے کی دہائی کی طرح منظر پیش کر رہا تھا۔ تاریخ ایک بار پھر خود کو دُہرا رہی تھی۔ کابل کے موجودہ حالات شہریوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ یہاں کوئی حکومت نہیں ہے، جو عوام سے مخلص ہو۔ جمہوریت کے اسٹیج سے نشر کیے جانے والے بڑے بڑے نعرے خالی گھڑوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ حکومت کے نام پر اقتدار پر قابض لوگ ہر لمحہ شہریوں کی زندگیوں کے لیے خطرہ ہیں۔ یہاں دوستم، گل حیدر اور ممتاز کی ملیشیائیں اشرف غنی کے فوجیوں سے زیادہ جنگ کا تجربہ رکھتی ہیں۔ کٹھ پتلی غنڈوں کے درمیان گھرے ہوئے عوام کو اب بھی مجاہدین کے علاوہ کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو انہیں خانہ جنگی سے نجات دلا سکیں۔

اشرف غنی کی وجہ سے افغانستان کے داخلی حالات از حد خطرناک ہو چکے ہیں۔ خانہ جنگی، لوٹ مار، کرپشن اور نام نہاد تعصبات کی جنگ کے بال منڈلا رہے ہیں۔ اور اس دفعہ پھر عوام کی نظریں مجاہدین کی طرف اُٹھی ہوئی ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ اب بھی مجاہدین امن کی چاہت میں قربانیاں دینے والے عوام کی امنگوں پر پورا اُتر رہے ہیں۔ اب کچھ ہی لمحے باقی ہیں، جب افغانستان پھر سے آزاد فضاؤں میں سانس لے رہا ہو گا۔

مطبوعاتی جہاد

شیخ ابو قتادہ
حفظہ اللہ

کسی بھائی کی طرف سے شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ سے مطبوعاتی جہاد کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شیخ نے اُن بھائی کو جو جواب دیا تھا، وہ مفید عام ہونے کی وجہ سے افادۂ عام کے لیے نشر کیا جارہا ہے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو حق پر ثابت قدم رکھے۔ شام میں کچھ ساتھی جہاد کی نیت سے مطبوعاتی شعبہ میں کام کرتے ہیں، انہوں نے آپ کے نام کچھ جواب طلب سوالات بھیجے ہیں اور آپ کی طرف سے رہنمائی کے منتظر ہیں۔

1) جو مجاہد جہادی مراکز میں مطبوعاتی اور نشریاتی خدمات انجام دیتا ہے، جیسے جہادی ویڈیوز کی ایڈیٹنگ، تصاویر کی ڈیزائننگ اور اسی طرح کا مزید کام۔ کیا ان ساتھیوں کو رباط فی سبیل اللہ کا اجر ملے گا؟ ہماری مراد وہ احادیث ہیں، جو رباط فی سبیل اللہ کی فضیلت کے حوالے سے ہیں۔ جیسے اللہ کی راہ میں ایک دن رباط حجر اسود کے پہلو میں لیلۃ القدر کی رات جاگنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

کیا کوئی مجاہد ایسے حالات میں مارا جائے تو اس عمل کا اجر قیامت کے دن تک دیا جائے گا؟

> ہماری بہت سی کوششیں اسی لیے ضایع ہو جائیں گی اور دشمن اسے چوری کر لیں گے، اگر ہمارے پاس میڈیائی بریگیڈ نہ ہو، جو اس کی ذمہ داری قبول کریں اور اسے سچی اور حقیقی صورت میں نشر کریں۔ ہمارے بارے میں جو جھوٹ پھیلایا جاتا ہے، اس کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم بھی میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو اطلاع دیں گے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ بہت سے مسلمان نوجوان کفریہ مطبوعاتی کوششوں کی وجہ سے ہم سے بدظن کر کے الگ کر دیے جاتے ہیں۔ بہت مرتبہ ہم صادقین اور نیک لوگوں کی دعاؤں سے اس لیے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ہماری باتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بہت سے مجاہدین کے حوصلے اس وقت بڑھتے ہیں، ترقی کرتے ہیں اور بہت سے مجاہدین اس وقت خوش ہوتے ہیں، جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمان ہماری کامیابی اور فتوحات سے خوش ہو رہے ہیں۔ اسی خوشی میں اُن کے دل مزید قربانی دینے اور جان قربان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہماری قربانی ضایع نہیں جا رہی، بلکہ اس سے مجاہدین کی حمایت اور بھی بڑھے گی تو یہ لوگ بہت بہادری سے آگے بڑھتے ہیں اور قربانی دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ میڈیا کے شعبے میں کسی بھی قسم کی کمزوری عسکری جنگ کی کمزوری سے زیادہ نقصان رکھتی ہے۔ مطبوعاتی شعبے میں غلطی کا نقصان بھی میدان جنگ کی غلطی سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

2) جو ساتھی مطبوعاتی شعبے میں سستی سے کام لیتے ہیں اور اسی کوتاہی کی وجہ سے مخالفین میڈیائی جنگ میں غالب آ جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں بہت سے نوجوان دشمن کے میڈیا سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ کیا اس سے اُن ساتھیوں کو گناہ ہو گا، جو اس سستی اور کوتاہی کا شکار ہوتے ہیں؟

کیوں کہ بہت سے ساتھی جہادی کاموں میں میڈیائی شعبے میں کام کرنا پسند نہیں کرتے، بلکہ جنگی یا دیگر شعبوں میں کام کا جذبہ رکھتے ہیں۔ شیخ صاحب! یہ سب ہم اس لیے جاننا چاہتے ہیں کہ اس حوالے سے آپ خصوصی ہدایات دیں، تاکہ نوجوانان اسلام کو اس شعبے کے حوالے سے بھی خصوصی رہنمائی مل سکے۔"

شیخ ابو قتادہ نے جواب میں لکھا:

"و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میرے مسلمان بھائی! یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اسلام، بلکہ اقوام کی تاریخ میں میڈیا کا کام جہاد و قتال کا اہم حصہ رہا ہے۔ اپنے وجود کا ثبوت اور آدھا غلبہ اسی میڈیائی طاقت سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ترغیب دیتے ہیں کہ اشعار کے ذریعے مشرکین کی مذمت کریں۔ ان سے فرماتے ہیں کہ آپ کا کلام مشرکین کو

تیروں کے وار سے بھی زیادہ بُرا لگتا ہے۔

امام مسلم نے اپنی 'صحیح' میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریش کی ہجو (اشعار میں مذمت بیان) کرو، یہ اُن پر تیر کے وار سے بھی زیادہ بُری محسوس ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے پہلے ابن رواحہ کے پاس کسی صاحب کو بھیجا کہ کفار کی ہجو کریں، انہوں نے ہجو کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اکتفا نہیں فرمایا، پھر کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا کہ مشرکین کی ہجو کریں۔ پھر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: آپ نے ایک دُم مارنے والے شیر کے پاس آدمی بھیجا ہے۔ (حسان رضی اللہ عنہ نے خود کو شیر سے تشبیہ دی۔ جب شیر کو غصہ آتا ہے تو اپنی دم ایک سے دوسری طرف مارتا ہے) پھر انہوں نے اپنی زبان باہر نکالی اور ایک جانب سے دوسری جانب حرکت دے کر کہا: 'قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، مَیں اپنی زبان ایسے تار تار کر دوں گا، جیسے کسی چیز کا چھلکا اتارا جاتا ہے۔' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلدی مت کرو، کیوں کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قریش کے نسب اچھی طرح معلوم ہیں۔ مَیں بھی قریش میں نسب رکھتا ہوں۔ (یعنی ایسا نہ ہو کہ میرے نسب کی ہجو کر دیں) حسان رضی اللہ عنہ اُن کے پاس گئے اور واپس آئے تو کہنے لگے: یارسول اللہ! انہوں نے مجھے آپ کا نسب بتا دیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، مَیں آپ کے نسب کو ہجو سے بچا کر رکھوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے حسان سے فرمایا: 'روح القدس جبرائیل ہمیشہ آپ کی تائید اور مدد کریں گے، جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کروگے۔'

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ 'حسان نے کفار کی مذمت کر کے مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کر دیے اور اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو احد کی جنگ کے بعد جواب دیں۔ جب کہ جواب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بتا رہے تھے:

'امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ ہم غزوہ احد کے دن مشرکین کے سامنے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک گروپ پہاڑی پر بٹھایا اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمادیا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر ہے کہ ابوسفیان نے سر اٹھا کر کہا: 'کیا تم میں محمد ہیں؟' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'جواب مت دو۔' ابوسفیان نے دوبارہ کہا: 'کیا تم میں خطاب کا بیٹا ہے؟' جب کوئی جواب نہ ملا تو کہنے لگے: 'یہ دونوں مارے گئے ہیں۔ اگر یہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پر قابو نہ پاسکے اور کہا: 'اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ بولا ہے۔' ابھی اللہ نے ایسے لوگ زندہ رکھے ہیں، جن کے ذریعے تمہیں رسوا کرے گا۔ ابوسفیان نے اپنے ایک بت کا نام لے کر کہا: 'ہُبل کا نام بلند ہو۔' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اب جواب دو۔' صحابہ کرام نے فرمایا: 'کیا کہیں؟' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'کہہ دو، اللہ عظیم اور بڑا ہے۔' ابوسفیان یہ سنا تو اپنے بت کا نام لے کر کہنے لگے: 'ہمارے پاس 'عزیٰ' ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے۔' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'جواب دو۔' صحابہ کرام نے پھر پوچھا: 'کیا کہیں؟' آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'کہہ دو 'اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔'

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاعر کے لیے اپنا منبر درست کرتے ہیں، تاکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے حوالے سے اشعار کہیں۔ ایسے لوگ کس جانب جا رہے ہیں، جو اتنے عظیم کام چھوڑ رہے ہیں اور اِس طرف توجہ نہیں دیتے؟

امیر پر لازم ہے کہ ایک جماعت کو اس کام کے لیے فارغ کریں کہ باتوں سے حق کا تعاون کریں، جس طرح ایک مجاہد اسلحہ کے ذریعے حق کے لیے لڑتا ہے۔ اگر ایسے لوگ خود تیار نہ ہوں تو اُنہیں زبردستی اس کام پر آمادہ کریں۔ اگر جہاد اس

عظیم کام سے محروم ہو گیا تو ہم اپنے آپ کا تعارف کسی کو نہیں کرا سکیں گے اور نہ اپنے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی جوانوں کو اپنی جانب بُلا سکتے ہیں، جن سے ہمارے محاذوں کا خلا پُر ہو۔

یہ کام فرض کفایہ ہے۔ اگر تمام مجاہدین نے چھوڑ دیا تو بلا استثناء سب گناہ گار ہوں گے۔ یہ کام جہاد اور قتال کے برابر ہے، بلکہ بجائے خود جہاد ہے۔ عرب لوگ سفر کے لیے حُدی خوانوں کو کرایہ پر لیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ کام کیا ہے۔ جب ایک انسان یا حیوان سفر میں ایسی حُدی کی ضرورت رکھتا ہے، تا کہ سفر کی طاقت پیدا ہو سکے تو کیا مجاہدین کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں، جو ان کی خبریں، تصاویر اور پیغامات نشر کریں، تا کہ مجاہدین کے کام میں اُن کا ہاتھ بٹایا جا سکے۔ ان لوگوں سے زیادہ کون اَجر کا مستحق ہو گا، جو جہاد کے لیے ترغیب دے۔ مجاہدین کا دفاع کرے۔ ان کی خبریں نشر کرے۔ اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو خوش کرے۔ خدا کی قسم! اگر مَیں یوں کہوں تو گناہ گار نہ ہوں گا کہ میڈیا کا کام کرنے والے مجاہدین کو بہت سے اُن مجاہدین سے زیادہ اجر ملتا ہے، جو دشمن سے براہ راست لڑتے ہیں۔

ہماری بہت سی کوششیں اسی لیے ضایع ہو جائیں گی اور دشمن اسے چوری کر لیں گے، اگر ہمارے پاس میڈیائی بریگیڈ نہ ہو، جو اس کی ذمہ داری قبول کریں اور اسے سچی اور حقیقی صورت میں نشر کریں۔

ہمارے بارے میں جو جھوٹ پھیلایا جاتا ہے، اس کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم بھی میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو اطلاع دیں گے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ بہت سے مسلمان نوجوان کفریہ مطبوعاتی کوششوں کی وجہ سے ہم سے بد ظن کر کے الگ کر دیے جاتے ہیں۔ بہت مرتبہ ہم صادقین اور نیک لوگوں کی دعاؤں سے اس لیے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ہماری باتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بہت سے مجاہدین کے حوصلے اُس وقت بڑھتے ہیں، ترقی کرتے ہیں اور بہت سے مجاہدین اس وقت خوش ہوتے ہیں، جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمان ہماری کامیابی اور فتوحات سے خوش ہو رہے ہیں۔ اسی خوشی میں اُن کے دل مزید قربانی دینے اور جان قربان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہماری قربانی ضایع نہیں جا رہی، بلکہ اس سے مجاہدین کی حمایت اَور بھی بڑھے گی تو یہ لوگ بہت بہادری سے آگے بڑھتے ہیں اور قربانی دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ میڈیا کے شعبے میں کسی بھی قسم کی کمزوری عسکری جنگ کی کمزوری سے زیادہ نقصان رکھتی ہے۔ مطبوعاتی شعبے میں غلطی کا نقصان بھی میدان جنگ کی غلطی سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

خدا کی قسم! جو مجاہدین اس میڈیا کے میدان میں کام کرتے ہیں اور دن رات ایک کرتے ہیں، ان کا ثواب ان لوگوں کے ساتھ ثواب میں برابر ہے، جو محاذوں پر پہرہ دیتے ہیں۔ اس مجاہد کو اس کے اپنے رت جگے کا ثواب بھی دیا جاتا ہے اور اس عالم کے رت جگے کا ثواب بھی دیا جاتا ہے، جو شریعت کے ایک مسئلے کی تحقیق کے لیے رات جاگ کر گزارے۔ اگر اس حال میں موت آئے کہ اخلاص اور ثواب کی نیت سے اپنا کام جاری رکھا ہوا تھا تو یہ مطبوعاتی مجاہد اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ اُٹھے گا، جو بمباری یا گولیوں کا نشانہ بنے۔ وہ آنکھ جو مطبوعاتی کام میں جاگتی رہی، یہ اس آنکھ کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں پہرہ دے۔

مَیں نصیحت کے طور پر مجاہدین رہنماؤں سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا ساتھی ملے، جو مطبوعاتی کام کر سکے اور صحیح طریقے سے یہ کام کر سکتا ہو، مگر پھر بھی اس کام سے احتراز کرتا ہو تو اسے جہاد و قتال سے منع کر دیں، تا کہ اُسے اپنے نفس کو خوش کرنے کا موقع نہ ملے۔ کیوں کہ ایسے کام کو چھوڑنا، جو جہاد کے مصالح میں سے ہو اور اس کی جگہ ایسے کام کرنا، جن میں اسے وقتی لذت حاصل ہوتی ہو، یہ ایک قسم کی نفس کی پیروی ہی ہے۔ یہ شرعی جہاد اس طرح سے نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے، جس پر وہ خوش اور راضی ہو۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

سمندری مسافروں کے لیے ہمدرد ڈرون

نسیم خان محمدی

کسی بھی ملک، خطے اور قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ وہاں کا "اعلیٰ دماغ" ہوا کرتا ہے۔ اعلیٰ دماغ ایسا سرمایہ ہے، جو کسی بھی ناگفتہ بہ حالات کی شکار قوم کو پستی سے اُٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ سرمایہ انسانی یا کتابی، دونوں صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔

جب مرحوم ہسپانیہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا تھا، تب فرڈی نینڈ نے وہاں کے کتب خانوں کو آگ لگا کر جلے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ چنگیز خان کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ سلطنتِ خوارزم کے ذہین دماغوں کی اعلیٰ صلاحیتوں کی بنیاد پر تخلیق کی جانے والی اَنمول کتابوں کو دریا برد کر دیا گیا تھا، جن کی سیاہی سے دریا کا پانی کالا ہو گیا تھا۔ جب امریکا نے عراق پر حملہ کیا تھا تو وہاں کے سائنس دانوں کو ناقابلِ برداشت تکالیف کی وجہ سے لبنان سمیت دوسرے خطوں کی طرف پناہ کے لیے بھاگنا پڑا تھا۔ جب ایک سائنس دان کی کہانی باہر آئی تو دنیا کو معلوم ہوا کہ وہ بے چارہ کسمپرسی کی حالت میں غربت سے جان چھڑانے کے لیے جنگ زدہ عراق میں شہد کے کام سے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالنے میں مصروف ہے۔ افغانستان کا معاملہ بھی مختلف نہیں ہے۔ امریکی ناجائز یلغار کی وجہ سے کئی خاندانوں کو یہاں سے ہجرت کرنا پڑی ہے۔ امارت اسلامیہ نے اپنی ایک تجزیاتی رپورٹ میں لکھا ہے:

"امریکی جارحیت کی وجہ سے افغانستان کے مفاد پرست طبقات بہت خوش تھے۔ وہ امریکا کے جھوٹے وعدوں کی بنیاد پر اپنی ہی قوم کو دھوکے اور فراڈ میں مبتلا کر رہے تھے۔ اُن کے وعدے تھے کہ امریکا کے آنے سے ہم افغان عوام کو زرعی، صنعتی اور دیگر معاشی شعبوں میں بڑے پیمانے پر تعمیراتی منصوبوں کی خوش خبریاں سناتے ہیں۔ ہم امید دلاتے ہیں کہ امریکی آمد پر عوام کو پُرسکون زندگی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اب جب کہ امریکی گُھس بیٹھیے کو ڈیڑھ عشرہ ہو چکا ہے، اس کے ساتھ ساتھ افغانستان کی حالت بھی مزید اَبتر ہوتی جا رہی ہے۔ 2015ء میں ایک عالمی سروے کے مطابق دو لاکھ افغان نوجوان بے روزگاری اور غربت کی وجہ سے یورپی ممالک جا چکے ہیں، جو یورپ جانے والے پناہ گزینوں کا 20 فیصد بنتے ہیں۔

ستم در ستم یہ کہ بزعم خود امن اور انسانی بنیادی ضروریات کا خیال رکھنے والے چیمپئن یورپ میں افغانوں کے ساتھ سخت ترین امتیازی سلوک کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ 30 لاکھ افغان منشیات کے عادی بن چکے ہیں، جس کی بڑی وجہ معاشی اور سماجی مسائل سمیت مغربی ثقافت کے بُرے اثرات ہیں۔ امریکی جنگ کی وجہ سے افغان عوام کا 40 فیصد حصہ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جب کہ افغانستان کی سالانہ معاشی ترقی دو فیصد سے بھی کم ہے۔ یہ جمہوریت کی کوکھ سے جنم لینے والی جارحیت کا کرشمہ ہے!"

ایک 'اعلیٰ دماغ' افغان "مہدی صالح" کی کہانی پیشِ خدمت ہے، جن کا امریکی جارحیت کے بعد افغانستان میں رہنا دوبھر ہو گیا تھا اور وہ ہجرت کر کے یونان چلے گئے تھے۔ مہدی صالح نے یونان پہنچ کر اپنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ کیوں کہ تعلیم کے بغیر وہ ایک 'نامکمل مہدی صالح' ہی رہ جاتے۔ امریکی جارحیت ہی کی سال یونان پہنچنے والے مہدی صالح نے 2011ء میں "Volos" یونی ورسٹی سے 'علمِ تعمیر' میں اعلیٰ سند حاصل کی تھی۔ وہ اس تعلیم کے بعد امریکا چلے گئے تھے، جہاں انہوں نے نیویارک کے 'پیرسنز اسکول آف ڈیزائن' سے ڈیزائن اور ٹیکنالوجی میں ایک اَور ماسٹرز ڈگری حاصل کی۔ وہ اب 'پیرسنز' میں پارٹ ٹائم لیکچرار کے طور پر تعینات ہیں۔

مہدی صالح نے اپنی بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر ایک مثبت فکر کے تحت ٹیکنالوجی کی جانب قدم بڑھائے ہیں۔ انہوں نے 'ڈرون برائے مہاجرین' نام کا ایک پراجیکٹ شروع کر رکھا ہے، جس کے ذریعے سمندری پانیوں میں پریشان حال مہاجرین کی کشتیوں کو تلاش کر کے انہیں جلد از جلد امداد فراہم کر کے اُن کی جان بچائی جاسکتی ہے۔ مہدی صالح کو اس ڈرون کی تیاری کا خیال سمندر کے تلاطم کا شکار ہو جانے والے بے یار و مددگار تارکین وطن کی بے بسی کو دیکھ کر آیا ہے۔ کیوں کہ وہ خود ایک مرتبہ اسی دردناک کیفیت سے گزر چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مَیں جس مصیبت میں پھنسا تھا، وہ کتنی اذیت ناک تھی! اور یہی وہ احساس ہے، جو ایک انسان کو دوسرے کی مدد پر اُبھارتا ہے۔

مہدی صالح نے یہ ڈرون 'پیرسنز اسکول آف ڈیزائن' کے طلبا اور اپنے شعبے کے ساتھیوں کی مدد سے اپنے دوست 'کرسٹن کیریش' کے ساتھ مل کر تیار کیا ہے، جس کا کامیاب تجربہ یونانی جزیرے 'لیسبوس' کے پانیوں پر کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس ڈرون میں طاقت ور کیمرے، انفراریڈ سینسرز اور ڈیٹا شیئرنگ پوائنٹس کے ساتھ ایک ویب پلیٹ فارم بھی ڈیزائن کیا ہے۔ اس ڈرون کے انفراریڈ سگنلز اور کیمروں سے بننے والی ویڈیو براہ راست ایسی ویب سائٹس اور موبائل ڈیوائسز پر نشر کی جاسکتی ہے، جو ساحل پر مسافروں کی حفاظت کی خاطر تعینات کیے گئے محافظوں، خود کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر وقف کیے ہوئے کارکنوں اور تجارتی بحری جہازوں کے لیے مخصوص ہیں۔

مہدی صالح کا کہنا ہے کہ ضروری نہیں کہ ٹیکنالوجی کو صرف جنگ میں ہی استعمال کیا جائے، بلکہ اس سے انسانی ہمدردی کے لیے بھی بہت سے کام لیے جاسکتے ہیں۔ بس اس کے لیے سوچ کا زاویہ مثبت ہونا چاہیے۔ اور یہی چیز ہے، جس کی کمی کی وجہ سے مجھ ایسے بے شمار لوگوں کو ایک اذیت ناک صورتِ حال سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب کہ کہا جارہا ہے کہ رواں برس سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہونے والے مہاجرین کی تعداد تین ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ مہدی صالح کے مطابق وہ ایسے بڑے ڈرون بنانے کا منصوبہ رکھتے ہیں، جو ایک جارحیت پسند کی وجہ سے مجھ پر بیتی ہوئی مشکلات جیسے مصائب کے شکار مہاجرین کی تلاش اور مدد میں معاون ثابت ہو سکیں گے۔ انہیں امید ہے کہ رواں برس کے اختتام تک ایسا ایک بڑا پروٹوٹائپ ڈرون تیار کر لیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے فنڈز جمع کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اگر یہ پراجیکٹ کامیاب ہو جاتا ہے تو اس سے بحیرہ روم کے سمندری راستوں سے اٹلی یا یونان پہنچنے کی کوشش کرنے والے ہزاروں مہاجرین اور تارکین وطن کی زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں۔

جہاں افغانستان کے اس بہترین دماغ 'مہدی صالح' کے اس کارنامے کو سراہا جانا چاہیے، وہیں اُن کی اس ایجاد میں یہ تاثر عام ملتا ہے کہ آج مہاجرین سمیت تمام تارکین وطن کو طرح طرح کی مشکلات کا شکار کرنے میں امریکا جیسے ظالم ممالک کا بھرپور ہاتھ ہے۔ کسی بھی خطے میں مسلط امریکی درندگی ہی وہ عنصر ہے، جو وہاں کے ذہین طبقات کو بہترین خدمات کی انجام دہی سے روک کر اُس خطے کو کنگال کر رہی ہے۔

امارت اسلامیہ بھرپور کوشش میں ہے کہ امریکا نے عالم اسلام کی اس پسندیدہ حکومت کو جس تکلیف سے دوچار کر کے تمام مسلمانوں کو معاشی، سیاسی اور تہذیبی طور پر تنگ کر کے ان کا دل دکھایا ہے، اس کا پورا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ جب تک امریکا کی سوچ میں موجود منفی جراثیم کا خاتمہ نہیں ہو جاتا، تب تک انسانیت کو مہدی صالح، ایلان کردی، عمران شامی اور صالحہ غزنوی جیسی دُکھ سے لبریز کہانیاں پڑھنے پر مجبور رہنا ہوگا۔

جانب دار میڈیا کی حقیقت کھل رہی ہے

عابد

میڈیا کا نام سن کر کسی کو یہ شک نہیں ہونا چاہیے کہ میڈیا آزاد ہے یا غیر جانب دار ہے۔ اگرچہ تمام اخبارات اپنے ٹائٹل پر آزاد، "غیر جانب دار" اور "باقاعدہ تصدیق شدہ" جیسے خوش نما الفاظ درج کر لیتے ہیں۔ ہر اخبار اپنے آپ کو غیر جانب دار ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن در حقیقت کوئی اخبار، کوئی نیوز ایجنسی اور کوئی نیوز چینل آزاد نہیں ہے۔ افغانستان میں میڈیا کا کردار تو بہت واضح ہے۔ افغان میڈیا نے تو صحافت کے تمام اصول پامال کر کے صحافتی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہے۔ حتیٰ کہ بین الاقوامی سطح پر مشہور میڈیا نے بھی اپنا اعتماد کھو دیا ہے۔

بی بی سی ریڈیو پر کئی بار یہ خبر نشر ہوئی ہے کہ فلاں ضلع پر افغان فورسز نے دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا ہے، حالانکہ جب مجاہدین نے اسی ضلع پر قبضہ کیا تھا تو تب بی بی سی کو اس کی خبر شایع کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی ایک مثال صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کی ہے، جس پر مجاہدین نے کنٹرول حاصل کیا اور اشرف غنی نے اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کا جھوٹا دعویٰ کیا کہ:

"طالبان کی خبروں پر پابندی لگا دی گئی!" .... "نشر اخبار طالبان تحریم گردید...."

افسوس ناک امر یہ ہے کہ کسی ادارے میں اس طرح کے مختصر فیصلے کیسے کیے جاتے ہیں۔ ایک فرد کی رائے پر اعتماد کیوں کیا جاتا ہے۔ جھوٹ پر جھوٹ بولنے کے کیا نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں؟ اب مجاہدین نے ضلع ناوہ پر کنٹرول حاصل کر کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا ہے اور سب کو پتا چل گیا ہے۔ کیا اب بی بی سی ہمت کرے گا کہ وہ حقیقت پر مبنی خبر نشر کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرے؟

کابل میں طلوع نیوز چینل کے 'موبی میڈیا گروپ' پر حملے کے بعد افغان اور غیر ملکی میڈیا نے مجاہدین کی خبروں کی اشاعت کا بائیکاٹ کیے رکھا تھا۔ حالانکہ میڈیا پہلے آزاد تھا اور نہ ہی اب آزاد ہے۔ اگرچہ وہ غیر جانب داری کا دعویٰ کر رہا ہے۔ مجاہدین بیان کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں، لیکن چوں کہ افغانستان میں میڈیا جانب داری کا مظاہرہ کر رہا ہے، وہ یک طرفہ خبریں بھی اپنے حجم پر بڑھا کر شایع کر رہا ہے، بلکہ نام نہاد آزادی کے بلند بانگ دعوے کرنے والے میڈیا کے کچھ ادارے تو حکومت کے تنخواہ دار ترجمان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے تمام صحافتی اصولوں کو پاؤں تلے روند رکھا ہے۔ جب مجاہدین نے انہیں دھمکی دی اور اس کے بعد مجبور ہو کر طلوع نیوز گروپ کی ایک بس پر حملہ کیا تو باقی میڈیا کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ مجاہدین نے میڈیا کے ایک گروپ کو کیوں نشانہ بنایا ہے؟ امارت اسلامیہ کیوں مجبور ہوئی کہ وہ ایک میڈیا گروپ کے خلاف کارروائی کرے؟ جب مجاہدین تو بیان کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں، پھر بھی میڈیا پر حملہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کسی عمل کا رد عمل تھا، لیکن میڈیا نے اپنی اس روش میں کوئی تبدیلی نہیں لائی، بلکہ آج بھی وہ مجاہدین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ ان کی فتوحات پر چشم پوشی کر رہا ہے۔ مجاہدین کی حالیہ کارروائیوں اور فتوحات پر تمام میڈیا ذرائع خاموش ہیں۔ جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ شمالی صوبوں قندوز، بغلان، تخار، بدخشان، جنوب میں پکتیا، پکتیکا، غزنی، فاریاب، اروزگان اور ہلمند میں بہت سے علاقوں سے اشرف غنی کی ملیشیا پسپا ہو گئی ہے۔ جب کہ افغانستان کے ساٹھ فیصد سے زیادہ رقبے پر مجاہدین نے دوبارہ کنٹرول کر لیا ہے۔ جس میں حکومت کے بہت سے اہل کار ہلاک ہو گئے ہیں، لیکن مقامی اور غیر ملکی میڈیا نے عوام تک حقائق پر مبنی معلومات فراہم کرنے کے بجائے صرف اشرف غنی کے جھوٹے دعوؤں کی اشاعت پر ہی اکتفا کر رکھا ہے۔

اگر ذرائع ابلاغ اس طرح امارت کے ساتھ سے دشمنی مول لینے کی کوشش کرتے ہیں یا کچھ مالی فوائد حاصل کرنے کے لیے اشرف غنی کے ترجمان کا کردار ادا کر رہے ہیں تو یاد رکھیں، یہ مفادات عارضی ہیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ وہ عوام میں اپنی حیثیت کھو رہے ہیں، بلکہ مزید یہ کہ اپنی ناپسندیدہ سرگرمیوں کے منفی نتائج کی سزا بھی بھگتنے کے لیے تیار رہیں۔ کافی کوششوں کے بعد عوام میں جو پذیرائی ملی تھی، وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ پھر ایک دن ان کا نام و نشان تک ختم ہو جائے گا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کابل میں بہت سارے مقبول روزنامے، جنہوں نے مختلف طریقوں سے عوام میں مقبولیت حاصل کی تھی، آج وہ قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔

یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ کئی بار اشرف غنی کی جانب سے میڈیا کو اپنی مرضی کی خبروں کی اشاعت کی وجہ سے سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ مجاہدین کو ذرائع ابلاغ کی مشکلات کا بھی بخوبی ادارک ہے، لیکن جب میڈیا کی طرف سے بار بار بیان کی آزادی اور حب الوطنی کے دعوے سامنے آ رہے ہیں تو ان کے لیے جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کے ماحول میں پُرخطر زندگی گزارنے کے بجائے ریاستی مداخلت اور جبر کے خلاف بھرپور آواز اٹھانی چاہیے۔ سب سے پہلے اس صورت حال کا مقابلہ کریں۔ بصورت دیگر کم از کم اشرف غنی اور مجاہدین کے حوالے سے اعتدال کو برقرار رکھا جائے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان میں بہت سارے ذرائع ابلاغ اسلامی اور صحافتی اصولوں کے برخلاف مغربی تہذیب و ثقافت کے فروغ اور فحاشی و عریانی پھیلانے کے لیے ایک مخصوص ایجنڈے پر کاربند ہیں۔ بعض ذرائع ابلاغ قومی اور لسانی تعصبات کو پروان چڑھانے کے لیے افغانستان کے مستقبل اور استحکام سے کھیل رہے ہیں۔ بعض میڈیا ذرائع کی جانب سے سوتیلی ماں جیسا سلوک مجاہدین کو اپنے خلاف کارروائی کا جواز فراہم کر رہا ہے۔ مجاہدین کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ افغانستان کی تقسیم، اسلامی اقدار اور ملی روایات کے خلاف کسی سازش کا حصہ بنیں۔ کچھ میڈیا ذرائع صحافتی اصولوں سے انحراف کر کے مجاہدین کی دشمنی مول لینے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔

مجاہدین اب افغانستان میں ایک مضبوط قوت کے طور پر ابھر رہے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ خواہ میڈیا چاہتا ہے یا نہیں، لیکن مجاہدین کی مضبوط سیاسی و فوجی قوت سے اب انکار ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ افغانستان کے بیشتر رقبے پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ انہیں عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ اب پوری دنیا اس بات پر متفق ہو چکی ہے کہ افغانستان میں امارت اسلامیہ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور بھرپور عوامی حمایت کو دیکھ کر اسے ایک مضبوط قوت کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ اب ذرائع ابلاغ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر ملکی حملہ آوروں کی غلط سیاسی حکمت عملی کا دفاع کریں۔ بلکہ زمینی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے افغانستان کے ساتھ سیاسی تعلقات اور اچھے روابط قائم کریں۔ موجودہ بدلتی ہوئی صورت حال کو دیکھتے ہوئے تمام مقامی اور غیر ملکی میڈیا کے حلقوں کو اپنی یک طرفہ پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، تاکہ عوام سے مزید اصل حقائق چھپانے کا سلسلہ بند کیا جائے اور انہیں اصل حقائق سے آگاہ کیا جائے۔

بلاشبہ موجودہ دور میڈیا کا ہے، لیکن عوام میں بھی شعور آ رہا ہے۔ وہ میڈیا کے پروپیگنڈے سے خوب واقف ہو چکے ہیں۔ اب وہ میڈیا کے گمراہ کن پروپیگنڈے پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے مختلف اداروں کو اب ایک گروپ تک منحصر نہیں کیا جا سکتا۔ میڈیا زمینی حقائق اور عوام کے مسائل اجاگر کرنے کے بجائے یک طرفہ کردار ادا کر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ صحافتی اصولوں کے مطابق عوام تک اصل حقائق پہنچانے کی کوشش کی جائے، کیوں کہ یہ اس کی ذمہ داری بھی ہے اور صحافتی اصولوں کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مجاہدین یہ مطالبہ نہیں کر رہے کہ ان کی حمایت میں خبریں شائع کی جائیں بلکہ وہ صرف غیر جانب داری اور اعتدال کا مطالبہ کر رہے ہیں، جو ان کا حق ہے۔

کون سی آزادی؟

مشفق حریت مل

آزادی اپنی سرزمین پر انسانی اصولوں کے مطابق آزادی اور خود مختاری کا نام ہے۔ جب ایک انسان دوسروں کے رحم و کرم پر نہ ہو۔ زندگی کے لیے آزادی ایک بڑی نعمت ہے اور آزادی کے بغیر زندگی مشکلات سے بھرپور ہوتی ہے۔ ہمارے افغان بھائیوں کو یہ بات بہت ناگوار گزرے گی۔ جب ان سے کہا جائے گا کہ آپ آزاد اور خود مختار نہیں ہیں۔ یہ بات بھی افغانوں کے آزاد ہونے کی دلیل ہے کہ وہ غلامی پر آزادی کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن افسوس کہ ہم آزاد اور خود مختار نہیں ہیں، بلکہ جارحیت کے سیاہ سائے تلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب ایک شخص بیمار ہو تو کوئی اسے تندرست نہیں کہے گا۔ اگر کوئی بیمار کو تندرست کہے تو لوگ اسے پاگل ہی کہیں گے۔ یہی مثال آزادی اور جارحیت تلے زندگی گزارنے کی ہے۔ جب کوئی ملک غاصبوں کے شکنجے میں ہوتا ہے تو اس کی مثال اس بیمار شخص کی ہے اور جب جارحیت پسندوں سے نجات حاصل کرے تو پھر اس کی مثال تندرست شخص کی ہوتی ہے۔ پھر ہمیں اس ملک کو آزاد کہنے کا حق ہے۔

11 / اگست 1919ء افغانستان کی تاریخ کا ایک یادگار دن ہے۔ اس دن افغانستان نے انگریز سے آزادی حاصل کی اور ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے دنیا میں زندگی بسر کرنے لگے، لیکن دنیا کو ہماری آزادی پسند نہیں آئی۔ چناں چہ 70 کی دہائی میں اس وقت کے سپر پاور سمجھے جانے والے روس نے افغانستان پر چڑھائی کر کے ہماری آزادی سلب کر لی۔ افغانستان پر روس کی جارحیت کے بعد مخلص مجاہدین آزادی کے حصول کے لیے سر پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ اپنے کمزور ہتھیاروں، لیکن مضبوط ایمانی قوت سے روس کو ناقابلِ فراموش شکست سے دوچار کر کے افغانستان کو ان کے قبضے سے آزاد کرایا۔ افغانستان اپنی تزویراتی اہمیت کی وجہ سے ہمیشہ دنیا کی طاقت ور قوتوں کے کشمکش کا شکار رہا ہے۔ ابھی امریکا کی سرپرستی میں درجنوں ممالک کے اتحاد نیٹو نے افغانستان پر 2001ء سے اب تک قبضہ کیا ہوا ہے۔ یہاں ہر قسم کے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے، جس کے نتیجے میں لاکھوں افغان متاثر ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

جس طرح ایک صدی قبل افغانستان انگریز جارحیت پسندوں کے قبضے میں تھا، آج بھی انہی انگریزوں سمیت درجنوں ممالک کی فوجیں افغانستان میں موجود ہیں۔ یہاں کی غلام انتظامیہ ہر کام ان کی منشا کے مطابق سرانجام دیتی ہے۔ کسی کٹھ پتلی غلام میں یہ ہمت نہیں کہ وہ اپنے آقاؤں کی مرضی کے خلاف ایک قدم اٹھائے۔ افغانستان کی فضاء اور زمین کے اختیارات پر انہی غیر ملکیوں کا کنٹرول ہے۔ ان کے شر سے کوئی افغان شہری محفوظ نہیں ہے۔ جارحیت اس نحوست کا نام ہے، جو کسی بھی علاقے پر مسلط ہوتی ہے تو اسے ہر لحاظ سے تباہ کر دیتی ہے۔ افغانستان میں افغان عوام کا قتلِ عام، دھماکے، بمباریاں اسی جارحیت کا نتیجہ ہیں۔ جس نے افغان عوام کی زندگیاں اجیرن کر رکھی ہیں۔ اب افغانستان میں صرف چند علاقوں کے علاوہ غیر ملکی جارحیت پسند جنگ میں حصہ نہیں لیتے، لیکن انہوں نے یہ کیا کہ مجاہدین اور افغان کٹھ پتلیوں کو آپس میں لڑایا، جو کہ دونوں افغان ہیں اور اب جنگ میں دونوں فریق افغانی ہیں۔ ہر جانب افغان خاندانوں کو قتلِ عام کا سامنا ہے اور یہ حالت کافی تشویش ناک ہے۔

اگر غیر ملکی جارحیت پسند یہاں نہ ہوتے تو جنگ بھی نہ ہوتی۔ بمباریاں نہ ہوتیں۔ جنگ کی وجہ سے لاکھوں افغانوں کے گھر تباہ نہ ہوتے۔ وہ نقل مکانی پر مجبور نہ ہوتے۔ افغان عوام کی آپس میں اتنی کدورتیں اور بغاوت نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ افغان عوام امریکی جارحیت کی وجہ سے قربان ہوئے ہو رہے ہیں۔

افغان پوری دنیا میں مظلوم اور قابلِ رحم قوم ہے۔ دنیا بجائے اس کے کہ جنگ زدہ اور غریب عوام کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے اور ان کی مدد کرے، وہ مزید افغان عوام کو اپنی غیر قانونی سیاست کی بھینٹ چڑھا رہی ہے۔ افغانستان کی سرزمین پر لگی آگ سے اپنے سیاسی اور اقتصادی مفادات کی ہنڈیا پکانے کی کوشش میں ہے۔ اس وقت کچھ افغان غیر ملکی جارحیت کے باوجود آزادی کا جشن مناتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ آزاد نہیں اور ملک غیروں کے قبضے میں ہے، لیکن اس کے باوجود وطن سے محبت کا کسی نہ کسی طرح اظہار کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ان دِنوں نام نہاد آزادی کا جشن منانے کے بجائے اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کسی طرح غیر ملکی جارحیت پسندوں کو افغانستان سے نکال کر حقیقی آزادی حاصل کی جائے۔ ہمیں چاہیے کہ مستقل طور پر غیر ملکی جارحیت سے نجات کے لیے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں۔ جب ہم اپنا ہدف حاصل کر لیں گے اور آپس میں امن و آشتی سے رہنے لگیں، غیروں کے تسلط سے آزاد ہو جائیں، اس وقت ہم حقیقی آزادی کے مالک ہوں گے۔ اس وقت ہم ایک دوسرے کو خوشی سے آزادی کی مبارک باد دیں گے۔ اللہ وہ دن جلد افغانوں کو دیکھنا نصیب فرمائے۔

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے عالی قدر امیرالمؤمنین حفظہ اللہ کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد

الحمد لله الذي أنعم علينا بنعمةِ الإيمان والإسلام، حيث أنزل علينا خيرَ كُتبه، وأرسل إلينا أفضلَ رسُلِه، وشرع لنا أفضلَ شرائعِ دينه، له الحمد كلُّه، وبيده الخير كلُّه، وإليه يُرجع الأمر كلُّه، يخلق ما يشاء ويختار، ما كان لنا الخِيَرة، سبحانه له الحمدُ في الأولى والآخرة، وله الحكم وإليه ترجعون، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمدًا عبده ورسوله، بلّغ الرسالة، وأدّى الأمانة، ونصح الأمّة، وجاهد في الله حقّ جهاده، فصلوات ربي وسلامهُ عليه، وعلى آله الطيبين الطاهرين، وعلى أصحابه والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:

فقد قال الله تعالى: فصل لربک وانحر. صدق الله العلی العظیم

مؤمن ہموطنو اور دنیا کے گوشے گوشے سے ہم عقیدہ بہن بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے صحت، عافیت اور سعادت کی روشنیوں سے بہرہ مند ہوں گے۔ آپ کو بقر عید (عیدالاضحی) کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کی تمام عبادات، قربانیاں، صدقات اور اُسی کی رضا کی خاطر انجام دیے گئے اعمالِ صالحہ قبول فرمائیں۔

عیدالاضحی کی مبارک باد کے ساتھ تمام مجاہد عوام اور بالخصوص راہِ حق کے مجاہدین کو ان فتوحات کی مبارک باد دیتا ہوں، جو حالیہ دنوں اللہ تعالی نے اپنے خصوصی فضل و نصرت، مجاہدین کی قربانیوں اور عوام کے تعاون سے مجاہدین کو عطا فرمائی ہیں۔ دشمن کی ہر قسم کی زور آزمائی، بیرونی افواج کی کثرت اور مختلف طیاروں کے فضائی حملوں کے باوجود افغانستان کے مختلف صوبوں کے بیشتر اضلاع اور علاقے دشمن کے ناپاک وجود پاک ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ! اب وہاں امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا رہا ہے۔

مجاہد بھائیو! اگرچہ جارحیت کے ابتدائی سالوں میں ہماری ذمہ داری صرف دشمن کے خلاف قتال اور مقابلہ کی تھی، لیکن اب چوں کہ افغانستان کے بیشتر رقبے پر ہمارا کنٹرول ہے۔ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ پندرہ سالہ جہادی اہداف کا تحفظ کرتے ہوئے اس محنت کے ثمرات حاصل کریں۔ جہاد کے عظیم اہداف میں اللہ تعالی کی زمین پر شریعت الہی کا نفاذ ہے۔ امن و امن کا استحکام ہے۔ اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت اور اس مملکت کے باشندوں کے جان، مال، عزت اور تمام حقوق کا تحفظ شامل ہے۔

فوجی کمیشن کے ذمہ دار، گورنر، عدالتی امور کے کارکن، صوبائی کمیشنز کے اراکین، ضلعی سربراہان، جہادی کمانڈرز نیز تمام سویلین کمیشنز کے ذمہ داران اِن مفتوحہ علاقوں میں امن و انصاف کا استحکام یقینی بنائیں۔ شریعت کا نفاذ، بہترین حکمرانی سمیت دینی و عصری علوم کی ترقی اور عام المنفعت رفاہی کاموں مثلا راستوں، پلوں، صحت کے شعبے، پینے کا پانی، زراعت اور تجارت کی پیش رفت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جو اس راہ میں رکاوٹ بنے، اس کا سدباب کیا جائے، تاکہ مؤمن عوام شرعی حاکمیت کے زیر سایہ خوش حال، روشن اور غیر محتاج زندگی کی سعادت سے روشناس ہو کر امن کی فضا میں سکون کا سانس لے سکیں۔

جب مجاہدین عظیم امتحان میں کامیاب ہو جائیں تو انہیں خصوصی طور پر درج ذیل نکات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے:

نیت خالص اللہ تعالی کے لیے ہو۔ تمام مجاہدین خود کو تقوی سے مزین کریں۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کریں، جس نے جہاد کے مقدس فریضے کی توفیق دی۔ عدل کریں۔ حسن سلوک کو زندگی کا لازمی حصہ بنائیں۔ غرور، خودپسندی، ظلم اور

غداری سے بچیں۔ قوم پرستی، علاقائی، لسانی اور دوست پرستی سے شدید گریز کریں۔ امتیازات صرف اور صرف تقوی اور امانت داری کے بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ آپس میں اعتماد اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں۔ ایسے حرکات سے بچیں، جو آپس میں بے اعتمادی کو جنم دیں۔ مجاہد بھائی اپنی صفوف میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ہرگز نظرانداز نہ کریں۔ نماز باجماعت ادا کریں۔ بیت المال میں خیانت سے بچیں۔ شہداء اور قیدیوں کی اولادوں کی بہتر کفالت کری۔ اُنہیں کبھی فراموش نہ کریں۔ اپنے اس دنیا سے چلے جانے والے محبوب قائدین "مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اور شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ" کی دانش مندانہ شرعی پالیسی کو بھرپور قوت سے تھامے رہیں۔ مسلمانوں کی خدمت، عوام کی دیکھ بھال اور رفاہ عامہ کے کاموں کو دینی خدمت سمجھ کر عظیم انجام دیں۔ کیوں کہ اللہ تعالی کے ہاں عوام کو فائدہ پہنچانا سب سے محبوب عمل ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما، أن النبی ﷺ قال: أحب الناس إلى الله أنفعهم، وأحب الأعمال إلى الله عز وجل سرور تدخله على مسلم، أو تكشف عنه كربة، أوتقضى عنه ديناً، أوتطرد عنه جوعاً. ولأن أمشي مع أخي المسلم في حاجة أحب إلى من أن أعتكف في المسجد شهراً. رواه الطبراني.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین افراد میں سے وہ شخص ہے، جو عوام کو فائدہ پہنچائے۔ اللہ تعالی کے ہاں سب سے محبوب عمل یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کیا جائے۔ کسی مسلمان کی پریشانیوں کو ختم کرنے میں مدد دی جائے۔ کسی مقروض مسلمان بھائی کی طرف سے قرض ادا کیا جائے۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلایا جائے۔ میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک ماہ کا مسجد میں اعتکاف کرنے کے بجائے کسی مسلمان کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ جاؤں۔"

مجاہد بھائی اپنی صفوں کی صفائی پر خصوصی توجہ دیں۔ بدکار، بدنام، عیاش، دنیا پرست، بداخلاق اور عوام کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے افراد کو اپنی صف میں جگہ مت دیں، تاکہ عوام کو ایذا سے بچایا جاسکے۔ مجاہدین کو چاہیے علمائے کرام، مذہبی پیشواؤں، قومی عمائدین اور دین دار اہل اللہ حضرات کے ساتھ تعلقات استوار کیے جائیں۔ ان سے مشورے لیں۔ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ عام مجاہدین کو فوجی اور عسکری ٹریننگ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے اچھا برتاؤ کرنے، شہری نقصانات کا سدباب کرنے، انصاف کا تحفظ کرنے اور سنجیدہ چال چلن کی بھی تربیت دی جائے۔ وقتاً فوقتاً ان کے حقوق اور حیثیت کی تحفظ کے حوالے سے لازمی ہدایات دی جائیں۔ جو افراد کابل کرپٹ انتظامیہ سے دست بردار ہو جائیں یا قیدی بن جائیں، مجاہدین اُن کے ساتھ بہترین سلوک کیا کریں۔

مجاہد بھائیوں کو میری ہدایت یہ ہے کہ جہادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت کے ذریعے دشمن کی صفوف سے وابستہ افراد کو مجاہدین کے ساتھ مل جانے کے سلسلے میں بھرپور توجہ دیں۔ اس راہ میں عام مجاہدین، دعوت وارشاد کے ذمہ داران، ثقافتی اور میڈیا کے شعبے سے وابستہ کارکن، اہل علم وقلم اور اہل زبان افراد کو چاہیے کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ کے سائے میں زندگی برباد کرنے والے افرد کی شکوک وشبہات دور کرکے مجاہدین کا ساتھ دینے کے لیے دعوت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ مجاہدین اور نئی نسل کی تربیت کے ساتھ ساتھ دشمن کی صف میں موجود افراد کے لیے ایسے پیغامات نشر کیے جائیں، جن سے وہ جہادی صف کی سچائی اور کامیابی کو سمجھ پائیں۔ اپنی اسلامی اور غیرت پر مبنی تاریخ سے واقف ہو جائیں۔ غلامی اور محکومیت کے نقصانات سے آگاہ ہو جائیں۔ استعماری لشکر میں ان کی موجودگی کو ایک نقصان دہ اور مہلک عمل کے طور پر باور کرایا جائے۔

دنیا کے گوشے گوشے میں وہ مخیر حضرات، جو امارت اسلامیہ سے تعاون کر رہے ہیں اور اس جہادی صف کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، وہ علمائے کرام اور قلم کار حضرات، جو ہمارے مدعا کی تائید اور حمایت کرتے ہیں، جنہوں نے ہمیشہ ہمارے ساتھ اپنے نیک اور ہمدردی پر مبنی مشوروں سے تعاون کیا، خاص کر گزشتہ وقت میں

مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات اور امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی شہادت کے سانحے کے دوران ہمارے غم میں شریک ہوئے، ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اُن کے اِس اخلاص کے بدلے اُنہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

عید الاضحی کی مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر بیرونی استعمار کے فوجی اور سویلین شعبوں میں مصروف عمل افغانوں کو کہتا ہوں کہ کم از کم ایک لمحے کے لیے اپنے کردار پر نظرثانی کریں۔ اُنہیں سمجھنا چاہیے کہ افغانستان پر امریکا اور اُس کے اتحادیوں کا حملہ امت مسلمہ کے خلاف کافروں کی عالمی جنگ کا ایک حصہ ہے، جس کا ہدف حقیقی اسلامی نظام کا خاتمہ ہے۔ اس کی جگہ اپنے تربیت یافتہ غلاموں کو برسر اقتدار لانا ہے۔ اسلامی سرزمین میں مغرب کے اسلام سے متضاد قوانین، افکار، نظریات اور رسومات کی ترویج کرنا ہے۔ جارحیت پسندوں کے ساتھ کاندھا ملا کر کھڑے افغانوں کو اپنے اس خطرناک عمل کے بارے میں گہرا غور و فکر کرنا چاہیے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنگجو کافروں کے ساتھ تعاون کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی کھلی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور)

”جو لوگ اُس (اللہ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ اُن پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو جائے۔“

اسلامی ممالک اور دنیا کی حریت پسند اقوام کو میرا پیغام ہے کہ ہماری جدوجہد کوئی غیر شرعی جنگ یا ناجائز مفادات پر مبنی بغاوت ہے اور نہ ہی شرعی فتویٰ کے بغیر محض جذبات کا اظہار ہے، بلکہ افغانستان پر حملہ ہوا ہے اور افغان عوام کے دین، فکر اور حریت پسند مزاج کے خلاف ایک اسلام مخالف نظام کو چند کٹھ پتلیوں کے ذریعے سے ٹینک، توپ اور طیاروں کے بل بوتے پر افغانستان پر مسلط کیا گیا ہے۔ اسلامی نظام اور افغانستان کی آزادی ہمارا مذہبی اور انسانی حق و فریضہ ہے۔ اسلامی ممالک اور دنیا کی آزاد اقوام کو چاہیے کہ اپنے انسانی و دینی فریضے کی بنیاد پر ہمارے اس برحق مدعا کی حمایت کریں۔ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے افغانستان کے مظلوم عوام کی حمایت کی طرف توجہ دیں۔

امارت اسلامیہ افغان مسئلے کے حل کے لیے فوجی پالیسی کے ساتھ ساتھ سیاسی جدوجہد بھی کر رہی ہے۔ اس بارے میں دنیا اور دیگر تحریکوں کے ساتھ تعلقات کی خاطر سیاسی دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ہم دنیا کے ساتھ روابط چاہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں ان کی تشویش اور سوالات ختم ہو جائیں، تاکہ مستقبل میں افغانستان کو کسی کی طرف سے اور کسی کو افغانستان کی طرف سے نقصان نہ پہنچے۔

دنیا کے بیشتر حصوں میں مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ہو رہے ہیں۔ خاص کر شام میں مختلف ناموں سے عام مسلمانوں پر بم برسائے جا رہے ہیں۔ عوام کے گھر، مساجد، صحت اور تعلیمی مراکز ملیامیٹ کر دیے گئے ہیں۔ ہم ہر طرح کے مظالم کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں باضمیر افراد سے کہتے ہیں کہ ہر قسم کے مظالم کی روک تھام کے لیے اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کریں۔ آج کمزور اقوام پر جو ظلم و ستم ڈھایا جا رہا ہے، اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو یاد رہنا چاہیے کہ اِن نقصان کی آگ سب کو جلا دے گی۔ کیوں کہ ایک جانب ظالم اپنے مظالم اور طاقت کے استعمال کو جاری رکھے گا اور دوسری طرف مظلوم اپنی مظلومیت کے خاتمے کے لیے انتقام کے ہر طریقے کو عملی جامہ پہنائے گا۔ یقیناً اس سے دنیا کا امن و امان مزید بگڑ جائے گا۔

آخر میں تمام دولت مند اور مخیر بہن بھائیوں سے اپیل ہے کہ عید کے ان مبارک ایام میں شہداء کے خاندانوں، قیدیوں اور ان کے خاندانوں، معذور، یتیم اور جہاد کی راہ کے حقیقی محافظوں کے گھرانوں اور اُن کی اولادوں کو بھی اپنی خوشیوں میں شریک فرمائیں۔ حسب توفیق ان کے ساتھ تعاون کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

اخوکم فی اللہ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

/ذوالحجہ الحرام 1437ھ بمطابق 00 / 2016ء

مجاہدین ناراض نہ ہوں!

شاہد غزنیوال

جہاد قربانی کا راستہ ہے اس راستے میں تھکاوٹ، تکالیف اور مشکلات ضرور ہیں لیکن مایوسی نہیں ہے جہاد اللہ تعالی کی راہ میں اس کے دشمن سے لڑنے کا بہترین عمل ہے اور اس میں پیش آنے والی مشکلات مجاہدین کی حقانیت کی واضح دلیل اور مجاہدین کے عزم اور حوصلہ آفزائی کے لئے سنگ میل ثابت ہوں گی۔

اللہ تعالی نے مجاہدین کے امتحان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ. (۳۱ محمد)

ترجمہ: اور ہم ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تم کو تاکہ دیکھ لیں ہم ان کو جو جہاد کرنے والے ہیں تم میں سے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور جانچ لیں تمہارے حالات کو۔

اگر ہم انسانی تاریخ میں جہاد اور دعوت کی مہم پر نظر ڈالیں تو بہت سارے انبیاء کرام علیہم السلام، صالحین اور داعیان ہم دیکھیں گے جنہوں نے ساری زندگی باطل کے ساتھ مقابلہ کرنے میں گزاری ہے انہوں نے قربانیاں دیں اور بہت ساری مشکلات برداشت کیں لیکن اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے، اپنے اہداف سے دستبردار ہونے اور اہداف تک نہ پہنچنے کے باعث مایوس ہونے کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام دعوت کے سلسلے میں شہید ہوئے، ان پر تشدد کیا گیا، جلاوطنی بھی قبول کی لیکن اپنے مشن سے دستبردار ہوئے اور نہ ہی دعوت کے نتائج سے مایوس ہوئے۔

جہاد اور دعوت کی راہ میں ان تمام تر مشکلات کے باوجود ثابت قدم رہنا اور استقامت کے ساتھ جہد مسلسل کرنا ان کا ایک خاص امتیاز ہے اور اللہ نے یہ امتیاز صرف ان لوگوں کو عطا کیا ہے جنہیں رجال (مردوں) کی صفت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالی نے اس بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا.

(۲۳ الاحزاب)

ترجمہ: مومنوں میں سے کچھ جواں مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا انہوں نے، سو ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے پوری کرلی اپنی نذر اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں [وقت آنے کا] اور تبدیلی نہیں کی انہوں نے اپنے رویہ میں ذرا بھی [سورۃ الاحزاب۔ 23]

یقینا انسان ایک کمزور اور ضعیف مخلوق ہے کبھی کبھی مسائل اور مشکلات کے باعث گھبرا جاتا ہے، بے یقینی اور تردد کا شکار ہو جاتا ہے لیکن جب اللہ کی نصرت اس پر آشکارا ہوتی ہے تو اس کا تردد اور گھبراہٹ ختم ہو کر ثابت قدم رہتا ہے۔

اللہ تعالی اپنی مقدس کتاب میں ان افراد سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ.

[البقرہ: ۲۱۴]

ترجمہ: پھر کیا سمجھ رکھا ہے تم نے [اے مسلمانو] کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں جبکہ ابھی نہیں پیش آئے تم کو احوال ان لوگوں کے جو گزرے ہیں تم سے پہلے، ان کو تنگ دستی، مصیبت اور الم پہنچا اور وہ ڈول گئے حتی کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کو پکارا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ جواب آیا کہ سن لو! اللہ کی مدد قریب ہے۔

قرآن پاک میں جہاد اور دعوت کے راستے میں فتوحات اور کامیابیوں کی بنسبت مشکلات اور تکالیف کا تذکرہ زیادہ کیا گیا ہے اور یہ واقعات قرآن پاک کی ان سورتوں میں جن میں جہاد کا تذکرہ زیادہ کیا گیا ہے، وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ آل عمران، الانفال، التوبہ اور سورۃ محمد میں جہاد، شہادت اور اللہ کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے اور قربانیاں دینے کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ان میں فتوحات اور نصرت خداوندی کا تذکرہ بہت کم اور محدود آیاتوں میں کیا گیا ہے اسی طرح فتح کی ایک مثال اور وہ بھی ہجرت کے آٹھ سال بعد فتح مکہ مکرمہ کی صورت میں جس سے اللہ تعالی نے فتح مبین کے ساتھ یاد کیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا. (۱ الفتح)

ترجمہ: [اے نبی] یقیناً ہم نے فتح عطا کی ہے تم کو کھلی فتح۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے ابتدائی دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کافی مشکلات آئیں اور انہیں رسول اللہ پر ایمان لانے کے جرم کی پاداش میں مشرکین کی جانب سے ہمہ وقت مشکلات اور تکلیفات سے دوچار ہونا پڑتا تھا غزوہ احد میں 70 صحابہ کرام کو شہید کیا گیا، غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب پر بہت شدید حالات آئے۔ قرآن پاک میں اس امتحان اور مشکلات کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا (10) هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا.

(۱۱) الاحزاب

ترجمہ: اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور گمان کرنے لگے تھے تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان [10] یہ وہ وقت تھا جب آزمائے گئے مومن اور ہلائے گئے بڑی سختی سے [11]

جہاد کے راستے میں مشکلات صرف اسلام کے ابتدائی دور تک محدود نہیں رہیں بلکہ ہر زمانے میں باطل اور حق کے مقابلے میں حق راہ کے سپائیوں پر مشکلات پیش آئی ہیں اور جب وہ امتحان میں سرخرو ہو کر نکلے ہیں پھر اللہ کی جانب سے نصرت اور فتح کی خوشخبری بھی انہیں ملی ہے۔ حق کی راہ میں درپیش مسائل ایک خاص منزل پر ختم ہوتے ہیں۔

> اور باطل کا یہ معرکہ قیامت تک جاری رہے گا اور فتح ہمیشہ حق کی ہوگی اگر صرف افغانستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں بہت ساری ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حق اور باطل کے معرکے کے درمیان ہمیشہ حق ہی فتح یاب ہوا ہے، افغانستان پر انگریز نے حملہ کیا تو میوند ہو یا ملک کے دیگر حصوں میں انگریز کو وسائل کے باوجود شکست ہوئی، اسی طرح چنگیز کو بھی سرزمین افغانستان پر شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

جی ہاں! یہ مشکلات تب ختم ہوں گی جب حق راہ کے سپاہیوں پر عالم اسباب میں نجات اور کامیابی کے تمام راستے بند ہو کر صرف وہ اور اللہ تعالی کی مدد رہ جائے بس اس وقت اللہ تعالی اپنے مغلوب بندوں کی مدد فرما کر دشمن پر انہیں غلبہ عطا فرمائے گا۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ. (الروم ۴۷)

ترجمہ: اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔

مثال کے طور پر حضرت ابرہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے اس وقت نمرود کی آگ سے چھٹکارا دیا جب آگ اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں تھا اور نہ ہی مادی اسباب کے لحاظ سے نجات کا کوئی امکان تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت اللہ نے فرعون کے شر سے نجات بخشی جب وہ دریائے نیل کے کنارے تک پہنچا دیا لیکن دریائے نیل کے درمیان سے گزرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو محفوظ راستہ فراہم کیا اور فرعون کو اسی دریائے نیل میں غرق میں غرق کر دیا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ جب مشرکین کے مظالم سے غار حرا میں پناہ لینے گئے اور مشرکین غار حرا کے دروازہ تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہاں پر مشرکین کو نابینا کر کے حضور ﷺ اور ان کے اصحاب کو نجات دی۔

مجاہدین بھائیو!

جہاد کے خاردار راستے کے آخری منزل تک پہنچنے کے لئے ثابت قدم، صابر اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کر کے ہمیں اپنے مقدس مشن ہر مضبوطی سے کاربند رہنے کی ضرورت ہے۔

آج کے دور میں ہم اس حالت میں جہاد کر رہے ہیں جب عالم اسباب میں اللہ کی مدد کے بغیر کوئی مادی وسائل دستیاب ہیں اور نہ ہی کوئی اور آسرا ہے، ان کٹھن حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں پر مجاہدین کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا جیساکہ اس سے قبل حق راہ کے سپاہیوں کی مدد فرما کر باطل اور طاغوتی قوتوں کو ضربہ دیا تھا۔

ہم سب کو خدا کے اس وعدے پر یقین اور اعتماد کرنا چاہیے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ.

(۱۳۹ آل عمران)

ترجمہ: اور نہ دل شکستہ ہو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

حق اور باطل کا یہ معرکہ قیامت تک جاری رہے گا اور فتح ہمیشہ حق کی ہو گی اگر صرف افغانستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں بہت ساری ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حق اور باطل کے معرکے کے درمیان ہمیشہ حق ہی فتح یاب ہوا ہے، افغانستان پر انگریز نے حملہ کیا تو میوند ہو یا ملک کے دیگر حصوں میں انگریز کو وسائل کے باوجود شکست ہوئی، اسی طرح چن گیز کو بھی سرزمین افغانستان پر شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے 80ء کی دہائی میں اس وقت کی سپر پاور طاقت سوویت یونین کو مظلوم اور نہتے افغانوں نے صرف اللہ کی مدد سے شکست دیدی اور اس کے بعد شر وفساد کے خلاف امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف فتح عطا کی بلکہ انہیں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کی توفیق دی جو رہتی دنیا تک ایک مثال رہے گی جہاں ایسا امن قائم تھا کہ سات سالہ دور حکومت میں سات چوری کی واردات بھی نہیں ہوئی اور آج کے دور میں ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر جنگی جنون میں مبتلا امریکہ اور اس کی سربراہی میں نیٹو افواج کو افغانستان کی سرزمین پر شکست کسی معجزے سے کم نہیں ہے بظاہر تو مجاہدین خالی ہاتھ تھے لیکن اللہ کی مدد اور عوام کی بھرپور حمایت نے پندرہ سالہ جہاد کی بدولت امریکہ کو ناقابل یقین شکست دیکر افغانوں نے نہ صرف اپنی لاج برقرار رکھی بلکہ اللہ کی نصرت کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس کا ظہور بھی ثابت ہوا کیونکہ اللہ کی نصرت کے بغیر چالیس ممالک کی جدید ہتھیاروں سے لیس لاکھوں افواج کو محض چند ہزار مجاہدین کی جانب سے شکست دینا اور اب مسلسل فتوحات حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کے اتحاد واتفاق کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ آمین

قرآن، ایک پُرلطف وتاثیر کتاب

باہر حقیپال

دور جاہلیت میں فصاحت اور خوش لسانی کی وجہ سے ایسا کوئی شخص جو شاعری کا ذوق نہ رکھتا ہو، تھا ہی نہیں یا بہت کم تھے۔ ہر کسی کا شاعری سے کسی نہ کسی حد تک تعلق اور واسطہ تھا۔ اُن کی شاعری اکتسابی اور جبری نہ تھی، بلکہ عربی شاعری عموماً فی البدیہہ کہی گئی ہے۔ اچھے سے اچھا کہنے اور لکھنے کے لیے انہیں اندازے اور مفروضے قائم کرنے اور سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اپنی فصاحت اور قادرالکلامی سے وہ اس قدر مغرور ہوگئے تھے کہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو وہ عجم (گونگا) کہا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ فصاحت اور زبان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے نومولود بچوں کو ماں کے گود سے الگ کر کے دیہی علاقوں میں بھیج دیتے تھے۔ اس کے لیے باقاعدہ اجرت ادا کرتے تھے، تاکہ دیہات کی آب و ہوا میں بچہ طاقت ور اور غیور بنے اور اس کی زبان فصیح اور رواں ہو جائے۔ کیوں کہ دیہاتوں کی زبان شہر کی نسبت زیادہ فصیح، رواں، شفاف اور میٹھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شکار کے متعلق جو اصطلاحات رائج تھیں، جاہلیت کے عربوں میں ان کی مثال موجودہ عربی میں نہیں ملتی۔ مثلا:

- جو شکار دائیں طرف سے آئے، اس کے لیے 'سانح' کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔
- جو شکار بائیں جانب سے آتا، اسے 'بارح' کہا جاتا تھا۔
- جو شکار سامنے سے نکل آتا، اسے 'قعید' کہتے تھے۔
- جس جگہ شکاری تاک میں کھڑا ہوتا اسے 'قرہ' کہا جاتا تھا۔
- جو شکاری شکار کیے بغیر واپس لوٹتا، اسے 'اخفاق' کہتے تھے۔

جس نے نہ صرف زمانۂ جاہلیت کی عربی کا غرور توڑا، بلکہ دنیا بھر کی خطابت کا پندار توڑا، وہ عظیم کتاب اور پیغمبر اسلام ﷺ کا دائمی معجزہ قرآن کریم ہے۔ اس کتاب نے ان لوگوں کو شکست دی، جن کی خواہش، بلکہ ضد تھی کہ وہ قرآن کریم کی روشنی کو دبا دیں گے۔ اپنی اس قدر بے دریغ فصاحت کے ساتھ ان کے بس میں ہوتا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ کرتے۔ انہوں نے اپنی ناتوانی چھپانے کے لیے مضبوط دلیل کے بجائے عناد اور ضد کا راستہ اختیار کیا۔ کبھی کہا یہ سحر ہے۔ کبھی کہا یہ شعر ہے۔ کبھی کہا یہ پچھلی قوموں کے قصے ہیں۔ اگر یہ سحر ہے تو سحر محدود عرصے کا کام نہیں ہے۔ اس کا سیکھنا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ یہ فنا بھی ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کو چودہ صدیوں سے زائد عرصہ ہوا ہے، ابھی زندہ ہے۔ اس کی روشنی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اگر یہ شعر یا محض اگلوں کے قصے تھے تو شعر اور جھوٹے ناولوں میں تو عرب سبھی لوگوں سے آگے تھے پھر قران کریم کی مثال کیوں نہیں بنا سکے۔ قرآن نے چیلنج دیا کہ:

''قُلْ فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدٰى مِنْهُمَآ أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ.'' (القصص:49)

"اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تم اللہ کی جانب سے ایسی کون سی کتاب لائے ہو، جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہے۔ اگر تم سچے ہو تو مَیں اُسی کی پیروی کروں گا۔"

پھر چیلنج کچھ اور آسان کر دیا کہ اگر پورا قرآن نہیں لے آ سکتے تو دس سورتیں بنا کر لا دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيٰتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ.''

(ھود:13)

"یہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑی ہے۔ کہہ دو اگر ایسا ہی ہے تو اس کے جیسی دس سورتیں تم بھی گھڑ کے لے آؤ اور اللہ کے سوا جتنے بھی تمہارے معبود ہیں، انہیں بھی مدد کے لیے بلا لاؤ اگر تم (انہیں معبود سمجھنے میں) حق پر ہو۔"

اس کے بعد چیلنج اور آسان کر دیا۔ اگر کسی سے مدد حاصل کر سکتے ہو تو کرو اور قرآن کریم کی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔

"أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ." (یُونس: 38)

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ سب اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ ان سے کہہ دو اگر تم اس الزام میں سچے ہو تو اس کے جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ اور ایک اللہ کے سوا جس مددگار کو بھی بلا سکتے ہو، بلا لاؤ۔"

"وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ."

(البَقَرَة: 23)

"اور اگر تم اس کتاب (قرآن کریم) سے متعلق شکوک و شبہات میں ہو، جو میں نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس کے جیسی ایک سورت لے آؤ۔ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لاؤ۔"

جب یہ لوگ اپنی تمام تر قوت کے باوجود کلام بنانے پر قادر نہ ہو سکے تو قرآن کریم نے اپنے اعجاز کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

"قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا."

(بنیٓ اسرآئیل: 88)

"کہہ دو اگر انسان اور جنات سب متفق ہو جائیں اس بات پر کہ اس کتاب کی مثل لائیں تو نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ یہ لوگ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

اپنی کمزوری اور قرآن کریم کی طاقت پر دشمن کا اعتراف:

جب تمام عرب کے ادیب اور شاعروں کو چیلنج دیا گیا کہ قرآن کریم کی کم از کم ایک سورت جیسا کلام بنا کر دکھا دیں تو وہ اس میں بھی ناکام رہ گئے۔ یہ چیلنج قیامت تک باقی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئی عرب شعراء نے کوشش کی کہ قرآن کریم جیسی کوئی بات بنالیں، مگر کوئی بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکا دیے جانے والے معروف شعراء کے کلام آج بھی کتابی شکل میں موجود ہیں، اس چیلنج میں کامیاب نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ تک ہٹا دیے گئے۔ ولید بن مغیرہ جیسا بڑا دشمن مذاق اڑایا کرتا تھا، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس نے اپنے رشتے داروں سے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں، وہ سب جھوٹ ہے۔ وہ نہ کاہن ہیں۔ نہ مجنون ہیں۔ نہ شاعر ہیں اور نہ ساحر ہیں۔ خدا کی قسم! محمد ﷺ کے کلام میں عجیب لطف ہے۔ اس میں ایک عجیب خوب صورتی اور نور ہے۔ اس کی باتوں کی جڑیں بہت تازہ اور شاخیں بہت پھل دار ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی، مشرکین نے مشورہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کے لیے عتبہ کو نامزد کیا، تاکہ فریقین کے درمیان کسی فارمولے پر اتفاق ہو جائے۔ عتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور تقریر کا آغاز کیا:

"آپ کے حسب و نسب کی شرافت اور قدردانی میں کوئی شک نہیں۔ مگر بدقسمتی سے آپ نے ہمارے درمیان فاصلے پیدا کر دیے ہیں۔ ہمارے بتوں کی اہانت کی۔ ہمارے باپ دادا کو احمق کہا۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو، میں سن رہا ہوں۔

عتبہ نے کہا: "میرے بھتیجے! ان باتوں (اسلام کی دعوت) سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ اگر مقصد دولت ہے تو ہم آپ کو اتنی دولت دیں گے کہ کوئی بڑے سے بڑا دولت مند بھی آپ کے مقابلے کا نہ رہے گا۔ اگر مقصد یہ ہو کہ کسی خوب صورت عورت سے شادی کا ہے تو جس عورت سے شادی کرنا چاہو، ہم آپ کو دیں گے۔ اگر سرداری یا عزت کا حصول ہو تو ہم آپ کو اپنا سربراہ بنالیں گے۔ اگر بیمار ہو تو ہم آپ کا علاج کرا دیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ابو ولید! آپ کی بات پوری ہو چکی؟

عتبہ نے کہا میری بات مکمل ہو گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دولت مانگتا ہوں، حکومت اور نہ ہی سرداری۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ پر اس نے قرآن کریم اتارا۔ آپ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔" آپ ﷺ نے سورۃ حم سجدہ کی پہلی 13 آیتیں تلاوت کیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت ختم ہوئی تو عتبہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو اب اُس کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی۔ ابوجہل نے دیکھا تو کہا "عتبہ بے دین ہو گیا۔"

عتبہ نے کہا: مَیں نے محمد (ﷺ) کا کلام سنا ہے۔ خدا کی قسم ایسا کلام کبھی بھی کسی اور کا نہیں سنا۔ وہ سحر اور شعر ہے اور نہ ہی کہانت ہے۔ وہ ایک اور قسم کی چیز ہے۔ میری قوم! اگر میری بات مانو تو محمد (ﷺ) کو اپنا کام کرنے دو۔ جو کلام مَیں نے سنا ہے، بہت کم وقت میں وہ بہت بڑی بلندی پالے گا۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے شاعر، ہوشیار، دانا، مہمان نواز اور شریف النسب شخص تھے۔ اسلام سے قبل قریش سے ان کا معاہدہ تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ میں مصروف تھے، یہ مکہ آئے۔ قریش کے کچھ لوگ جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے خیالات بیان کرنے لگے کہ "ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہو گیا ہے، جس نے پوری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اس کی باتیں سحر اور جادو کی طرح ہیں۔ ہمیں خوف ہے ایسا نہ ہو کہ آپ اور قوم کے درمیان اختلافات پیدا ہو جائیں۔"

طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قریش نے مجھے اتنا ڈرایا کہ مَیں نے کانوں میں روئی رکھ لی، تاکہ رسول اللہ ﷺ کا کلام سننے سے بچا رہوں، مگر چوں کہ انسان اپنی فطرت میں حقیقت کے ادراک کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ ہمیشہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ حقیقت اس کے سامنے ظاہر ہو جائے۔ ہمیشہ غیر جانب دار رہنے والے شخص کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایسی بات کا سامنا کرے، جس کے سننے سے اس کے مخالفین منع کرتے ہیں۔ طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود سے کہا کہ مَیں تو ہوشیار اور دانا آدمی ہوں۔ بڑا شاعر ہوں اور کسی بھی بات کی اچھائی برائی مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ مَیں یہ کلام ضرور سنوں گا۔ اگر بااعتماد اور میٹھا کلام ہوا تو مان لوں گا، ورنہ رہنے دوں گا۔

طفیل رضی اللہ کہتے ہیں مَیں حرم شریف گیا۔ رسول اللہ ﷺ عبادت میں مصروف تھے۔ فارغ ہو کر روانہ ہونے لگے۔ مَیں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ بیٹھتے ہی مَیں نے پوچھا: آپ کی قوم آپ سے متعلق ایسی ویسی باتیں کرتی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے اس بات پر مجبور کر دیا کہ مَیں کان بند کر دوں اور آپ کا کلام نہ سنوں۔ آپ اپنے دین کے متعلق مجھے بتائیں اور آپ پر جو کلام نازل ہوا ہے وہ سنائیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام پیش کیا اور سورت اخلاص اور معوذتین سنائیں۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہا قرآن کریم سے بہتر کلام اور اسلام جیسا بہتر اور معتدل دین مَیں نے نہیں دیکھا۔ اور اسی وقت اسلام لے آئے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مشرکین سے پناہ مانگنے والے ابن الدغنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام شرائط مان لیں، مگر یہ نہ مانا کہ وہ بلند آواز سے تلاوت نہیں کریں گے۔ خود مشرکین اعتراف کرتے تھے کہ بلند آواز تلاوت سے ہمیں نقصان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنے بچوں اور خواتین پر خوف آتا ہے کہ وہ قرآن سن کر اسلام قبول کر لیں گے۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا حقیقی سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے، مگر ظاہری سبب قرآن کریم ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دسویں سال شوال کے آخری عشرے مَیں طائف سے لہولہان واپس لوٹے تو راستے میں عتبہ اور شیبہ کے باغ کے سائے میں بیٹھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہوئے فرمایا:

"اللهم اليک أشكوا ضعف قوتي وقلة حليتي و..."

آپ ﷺ ایک جانب مستجاب الدعوات تھے تو دوسری جانب مظلوم مسافر اور پردیسی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ سب سے شدید دشمن عتبہ نے اپنے غلام عداس کو بلایا اور تھالی میں انگور کا خوشہ رکھ کر کہا کہ یہ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے شخص کو دے آؤ اور کہو اس میں کچھ کھالیں۔

عداس نے آقا کے حکم کی پیروی کی اور انگور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ عداس کو 'بسم اللہ' کی خوب صورتی نے بیدار کر دیا۔ سنتے ہی کہنے لگا: خدا کی قسم اس سے بہتر کلام مَیں نے کسی سے نہیں سنا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

عداس نے کہا مَیں نینوی کے علاقے کا رہنے والا ہوں اور میرا دین نصرانیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس نینو کے ہو، جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یونس بن متی علیہ السلام رہتے تھے؟

عداس نے کہا آپ کو یونس کے متعلق علم ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ نبی تھے، مَیں بھی نبی ہوں۔ عداس نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، پاؤں چومے اور کہنے لگا: أشهد أنک عبداللہ ورسوله.

(ابن سید الناس عیون الاثر: جلد 1، صفحہ: 134، سیرت ابن ہشام: 1، صفحہ: 146)

مذکورہ بالا واقعے میں عداس کے اسلام لانے کا سبب قرآن کریم کے ایک جملے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا سننا تھا۔ جس نے عداس کی زندگی کفر سے اسلام کی جانب پھیر دی۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے، جو خود میں ایک خاص لطف اور مزہ رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام عرب اس کی فصاحت، بلاغت اور خاص قوت کے سامنے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے۔ چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، مگر کوئی بھی اب تک اس کلام کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

سیکولرازم مغرب کا نوکر ہے

مولوی محمد نعیم جلیلی

جب اسلامی ممالک پر مغرب کا عسکری اور استعماری قبضہ مکمل ہو گیا تو ان معاشروں کی فکری لگام ان سیکولر جماعتوں کو سونپ دی گئی، جن کا مقصد اور ہدف تعلیم، کلچر، سیاست، معیشت اور معاشرتی شعبوں کی مغربائزیشن کرنا ہے۔

یہ معاملہ حادثاتی طور پر اپنے انجام کو نہ پہنچ سکا۔ جب استعمار پسند یہ سمجھ گئے کہ اسلامی معاشرے میں آہستہ آہستہ بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں اور دوسرے بھی کئی بہانے ختم ہو رہے ہیں تو ان سیکولر عناصر کے لیے مغرب میں خصوصی مراکز اور ادارے قائم کر دیے گئے، جن کی سربراہی مستشرقین کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے ایسے افراد اور جماعتوں کی تربیت شروع کر دی، جن کے نام اسلامی، مگر افکار اسلام مخالف اور مغرب سے بھی زیادہ متشدد اور گمراہ کن تھے۔ اس حوالے سے سب زیادہ توجہ مصر پر دی گئی۔ کیوں کہ اسلامی معاشرے میں مصر علمی لحاظ سے بہت نمایاں تھا۔ جامعہ ازہر کے اثرات آس پاس کے تمام اسلامی ممالک پر محسوس کیے جا رہے تھے۔

ان گروہوں نے کئی عشروں تک اسلامی ممالک پر حکومت کی، جن کے نتائج جو عام طور پر سامنے آئے، وہ استبداد، اجتماعی فقر، علمی اور ٹیکنالوجی کے میدان میں پسماندگی، زندگی کے ہر شعبے میں مغرب پر اعتماد اور اس طرح کے دیگر مسائل اور پریشانیاں تھیں۔ مغرب کی سب سے بڑی کامیابی میڈیا کے میدان میں تھی، جس نے ہمیشہ عوام کے سامنے بہت ہٹ دھرمی سے جھوٹ بولا۔ ان کی ذمہ داریوں کا خلاصہ تین الفاظ میں نکلتا ہے۔ پہلے تو ان سیکولر عناصر کو آزادی کا مجاہد کہہ کر تقدس بخشا گیا اور ان کے نام جعلی کارنامے منسوب کر کے ان کی تعریف کی جاتی۔ دوسرا کام مغرب کی عظمت، انسانیت دوستی اور رحمدلی کا ڈھنڈھورا پیٹنا تھا۔ اور تیسری ذمہ داری عوام اور اقوام کو خیالی جنتوں اور جھوٹے وعدوں کی یقین دہانی تھی۔

یہ وہ وقت تھا، جب خود مغربی معاشروں میں ان کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہو رہا تھا۔ وہاں مقابلے میں کمیونزم کی شکل میں مضبوط ردِ عمل دیکھا جا رہا تھا۔ اس لیے کئی اسلامی ممالک مغرب کی مخالفت میں اس نئے بلاک کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جس سے اسلامی معاشروں کے لیے ایک اور اندرونی سر درد پیدا ہو گیا۔ جب کمیونزم نے خود میں پنہاں ظلم و جبر کی چکی چلانا شروع کی تو سرد جنگ کے دوران مغرب کو بھی اس سے خوف محسوس ہونے لگا۔ اس دوران کئی اسلامی ممالک میں اسلامی تحریکوں نے کچھ آرام کی سانس لی۔ اس طرح معاشروں میں اسلامی روح زندہ ہو گئی۔ آہستہ آہستہ اقوام نے اسلامی تحریکوں کو پہچاننا شروع کیا اور ان پر عوام کا اعتماد بڑھنے لگا، مگر سرد جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی ایک بار پھر مغرب نے اسلامی دنیا کی طرف رخ کیا اور اپنی پوری قوت سے اسلام پسندوں کے خاتمے کی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ وہ وقت تھا، جب عوام کا اسلامی تحریکوں کے ساتھ ربط و تعلق پیدا ہو چکا تھا۔ اسی لیے سیکولر طبقہ اسلام پسند عوام سے دست و گریبان ہو گیا۔ تحریکیں چلیں اور ظلم و جبر کے کئی بت سرنگوں ہو گئے، مگر ایک بار پھر مغرب نے اپنے تمام تر نعرے خود پامال کر دیے۔ انسانی حقوق، جمہوریت اور عوامی اقتدار، اظہار رائے کی آزادی اور اس جیسے دیگر نعروں کے چیتھڑے اُڑا کر رکھ دیے۔ عوامی خواہشات کو روندا گیا اور کوشش کی گئی کہ یا تو ان اقوام کو داخلی جنگوں میں مبتلا کر دیا جائے یا اگر کوئی قوم ہوشیاری دکھانے کی کوشش کرے تو وہاں فوجی انقلابات کے ذریعے قانونی حکومتوں کا خاتمہ کرتے رہا جائے۔ کل مصر میں سیسی کی بغاوت اور آج ترکی میں گولن کی بغاوت کی کوشش اسی سلسلے کا تسلسل ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ جب مغرب کا یہ مکروہ چہرہ لوگوں کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے تو مغرب کے تربیت یافتہ شاگرد پھر کہتے ہیں کہ یہ ایسے ہی فضول خیالات اور وہم ہیں۔ مغرب گناہوں سے پاک ہے، جب کہ مسلمان مغرب کی اڑانوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

مغرب کی عیاری:

مغرب کی روایتی طبیعت، بلکہ کمال یہ ہے کہ اپنے مقاصد افشا نہیں کرتا۔ کیوں کہ ان کے اصل مقاصد اور اہداف اسلامی معاشروں میں انسانی فکر، ہدایات

اور اقدار سے ٹکرانے والے ہیں۔ اس لیے جس طرح قرآن کریم نے منافقین کے اوصاف بیان کیے ہیں، بالکل ویسے ہی مغرب اسی طریقہ کار سے کام لیتا ہے۔

"و من الناس من یعجبک قوله فی الحیاۃ الدنیا ویشھداللہ علی ما في قلبه وهو ألد الخصام ، و إذا تولی سعی في الأرض لیفسد فیھا و یھلك الحرث والنسل. واللہ لایحب الفساد"

"اور لوگوں میں ایک وہ شخص بھی ہے کہ دُنیوی زندگی کے بارے میں اُس کی باتیں تمہیں بڑی اچھی لگتی ہیں اور جو کچھ اس کے دل میں ہے، اُس پر وہ اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے۔ حالانکہ وہ (تمہارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ کٹر ہے۔ اور جب اُٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"

اس لیے مغرب کوشش کرتا ہے کہ اسلامی معاشروں میں داخل ہونے کے خفیہ راستے تلاش کر استعمال کرے، تاکہ تدریجی طور پر اپنے اہداف حاصل کیے جائیں اور براہ راست جنگ سے خود کو بچائیں۔ عام طور پر وہ دو میدانوں میں خفیہ کام کرتا ہے۔

1) فکر و منہج کا میدان:

مغرب اسلام پسندوں کے فکر و تصور کی تبدیلی کے لیے کوشش میں ہے، تاکہ مسلمانوں کے ذہن میں اسلام کا درست تصور مشکوک ہو جائے اور اُنہیں اپنے دین (طرزِ حیات) پر اعتماد نہ رہے۔ اسلام کے علمی میدان میں شک اور اختلاف کے کانٹے بو کر لوگوں کے دلوں سے شریعت کا تقدس اور احترام نکال لے۔ کبھی کبھی فقہ میں موجود جزوی اختلافات کو بڑھا کر ایسا ظاہر کیا جاتا ہے کہ شاید یہ احکام فقہا کے ذاتی نظریات اور آراء ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'ہر شخص اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے لیے حلال و حرام کا حکم تلاش کر سکتا ہے۔'

اس سے مغرب کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے فقہی میدان کو سر پھروں کا اکھاڑا بنا دیا جائے۔ علاوہ ازیں وہ اسلام کے تصورِ سیاست کو اسلام سے بالکل الگ کوئی چیز باور کرانے میں تگ و دو میں ہے۔ اس کے بدلے کہلوایا جارہا ہے کہ اسلام تو محض اخلاقیات کا نام ہے۔ اسلام بہت روشن دین ہے۔ اسے سیاسیات، اقتصادیات، عالمی تعلقات کی الجھنوں سے آزاد رہنا چاہیے۔ اسلام میں اقتدار کا تصور، ہمہ پہلو نظام کا تصور اور بالآخر دنیا کی قیادت کا قضیہ، آج سے قبل کسی نے بھی اسلام میں حکومت کی بات نہیں کی ہے۔ سیکولر طبقہ چاہتا ہے کہ اسلام کے دائرے سے نکلنے کے لیے اپنے لیے راستہ آسان بنالیا جائے۔

مغرب کس کو استعمال کرتا ہے:

اس سلسلے کی ذمہ داری سونپنے کے لیے مال، جاہ و منصب اور اس طرح کی دیگر خواہشات کو بڑھا کر کام لیا جاتا ہے۔ معاشرے میں کئی ایسے لوگ ہیں، جو مغرب سے بڑی حد تک متاثر ہیں۔ انہیں روشن فکر یا ماہرین کے طور پر متعارف کرایا جاتا ہے۔ پھر یہی لوگ اسلام اور اسلامی احکام کی ایسی تعبیر و تشریح کرتے ہیں، جیسے یہ لوگ ہی دین کے صحیح خیر خواہ اور غم خوار ہیں۔ در حقیقت یہ مغربی قانون اور سازش کے مطابق اسلام کے خلاف سازش کی خفیہ کوشش ہے۔ یہی گروہ لوگوں کو عملی دین داری کی طرف بلانے یا خود اس پر عمل کرنے کے بجائے کچھ فقہی مباحث چھیڑ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے یہی لوگ دین کو سمجھنے والے ہیں۔ یہی دین کے اصل وارث ہیں۔ سابق علماء اور اسلاف نے دین کے ساتھ بہت بڑی خیانت کی ہے۔ موجودہ علماء کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس لیے دین کی سب کے لیے قابلِ قبول تشریح کے لیے کچھ اقدامات کرنا ناگزیر ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مکالمہ کیا جائے تو وہ جزئی اختلافات تک محدود نہیں رہتا اور نہ دلائل سے انہیں قائل کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ سیکولر طبقہ جو ہم کہتے ہیں، وہ سننا ہی نہیں چاہتے۔ چاہے ہم اپنی کہی ہوئی بات کے لیے لاکھوں ٹھوس دلائل کا ڈھیر لگا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے بنیادی معیارات ہی الگ ہیں۔ یہ لوگ اسلامی شریعت کی حاکمیت اور اقتدار کے ہی منکر ہیں۔ ان کے ہاں اللہ اور معبود کا معنی ہی الگ ہے۔ یہ لوگ جس رب کی بات کرتے ہیں یا ان کی باتوں میں جس رب کا تذکرہ ملتا ہے، وہ صرف ایک واعظ اور ناصح ہے۔ اِن کا رب جہاد، حکومت، سیاست اور حدود اللہ کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ اس رب کو مانتے ہی نہیں جو حاکم اور قیوم ہے۔ جس کے پاس انسانیت کا اقتدار اور اختیار ہے۔ ان کے ہاں رب کے اختیارات کا دائرہ بہت محدود ہے۔ اس لیے یہ لوگ معاشرے میں ایک خود ساختہ تصورِ دین کو حاکم دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ زندگی کی ایک نئی پالیسی متعارف کرانا چاہتے ہیں۔ لوگ اسلام کا ایسا تصور پیش کرتے ہیں، جو مغرب سے قریب تر قابل قبول ہو۔

یہی وجہ ہے اگر کوئی اسلام کی حاکمیت کو مانتا ہے اور شرک و کفر کے علاوہ دیگر گناہ کرتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ ان کے ساتھ معاملہ الگ ہے۔ اگر کوئی رب کو ہی حاکم نہیں مانتا تو اس کے ساتھ مسئلہ عقیدے و منہج کا ہے۔ اس کے ساتھ جزئیات میں بات کا فائدہ نہیں ہوگا۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ اسلامی معاشروں کے لیے مغرب کا نسخہ بہترین علاج ہے۔ وہ مغرب کے عقیدے، کلچر، اقدار اور نظام کو اسلامی معاشرے میں تبدیلی کے لیے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم انہی لوگوں سے متعلق فرماتا ہے:

'' الم تر الی الذین اوتوا نصیبامن الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا''

''جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا، کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ (کس طرح) بتوں اور شیطان کی تصدیق کر رہے ہیں اور کافروں (یعنی بت پرستوں) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں''

اپنی فکر اور نظر کے لیے دینی علوم میں نام نہاد مہارت کے کھوکھلے دعوے کرنے والے کئی لوگ مغرب کی تخلیق کردہ داستانوں پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اب بس یہی ہمارا راستہ ہے۔ غیروں کی خدمت میں مشغول 'منافق طبقہ' سمجھتا ہے کہ ہم مشکلات میں گھری ہوئی امت مسلمہ کے لیے کشادہ راستوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں، مگر درحقیقت یہ لوگ مغرب کے لیے راستہ صاف کرنے کی نوکری کر رہے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

'' ثلاثة یھدمن الدین،زلة العالم، جدال المنافق بالقرآن والأئمة المضلین''

''تین لوگ ایسے ہیں، جو دین کو برباد کرتے ہیں۔ عالم کا پھسلنا۔ منافق کا قرآن کریم کی تشریح میں بحث مباحثہ اور گمراہ امام...''

یاد رہے کبھی کبھار کچھ علماء کے وہ فتاوی بھی اس حوالے سے مشکلات کھڑی کر دیتے ہیں، جو فتوی لینے والے کے حالات وواقعات کو دیکھے بغیر صرف چند فقہی اصولوں کی بنیاد پر جاری کر دیے جاتے ہیں۔ بہت مرتبہ ایسے فتاوی سے بھی غلط لوگوں کو حمایت مل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر خواتین کا ورزش کرنا، موسیقی کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ وغیرہ..... اس لیے ہر فتوی کو صرف فقہی شق کی نظر سے نہیں دیکھا جانا چاہیے، بلکہ مغرب کے بڑے اہداف اور اغراض کی روشنی میں انہیں پرکھا جائے۔ یہ بات خاص طور پر ان علماء کی خدمت میں عرض کی جارہی ہے، جو رخصت کا راستہ تلاش کرتے ہیں اور ہر چیز میں سہولت اور آسانی کی تلاش میں رہتے ہیں۔

2) قوانین واصول کا میدان:

اسلامی معاشروں پر اقتدار کی مضبوطی کے لیے مغرب کی دوسری بڑی حکمتِ عملی، قانونی، عسکری اور میڈیائی میدان میں سیکولر عناصر کو تسلط دینا ہے۔ اس حوالے سے مغرب صرف افراد کے تقرر پر بس نہیں، کرتا بلکہ اس کی زیادہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان میدانوں میں ایسے نظام اور قوانین مرتب کیے جائیں کہ سیکولر عناصر کے علاوہ کوئی یہاں آگے بڑھ ہی نہ سکے۔ اس لیے کبھی کبھی کچھ لوگوں کو اس بات پر مقرر کیا جاتا ہے کہ اسلامیات کے پڑھانے کو بے کار قرار دینے کی آواز اٹھائی جائے۔ کبھی کبھی یونیورسٹیوں میں کلچر کی تعلیم کو غیر ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ آج یونیورسٹیوں کے نوجوان اساتذہ بہت سرعت سے غیر ممالک کو بھیجتے ہیں، تاکہ انہیں مغربی قوانین سے آگاہ کر دیا جائے۔ مستقبل میں وہ اسلامیات اور اسلامی قوانین سے واقف لوگوں کے جانشین بن سکیں۔ ایسے بہت سے منصوبے اسلام کو بے رنگ ظاہر کرنے کے لیے مرتب کیے گئے ہیں۔ یہ مغربی استعمار کی وہ اسٹریٹجی ہے، جو اب تک ان ممالک میں جاری ہے، جہاں آزادی حاصل کیے کئی عشرے گزر چکے ہیں، مگر وہ اب تک ان استعماری ممالک کے دباؤ سے نہیں نکل سکے۔ آج جو یہاں اور وہاں عسکری بغاوتوں کی کوششیں کی جاتی ہیں، یہ بھی اُنہی پالیسیوں کا تسلسل ہے۔

یہ وہ میدان ہے، جہاں اسلامی تحریکوں کو عوامی سطح پر بہت زیادہ توجہ کے ساتھ ساتھ ان عسکری انقلابات کے مختلف پہلوؤں پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ جس میں اب تک مسلم ممالک کے حکام ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ فوجی بغاوتوں کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہی سلسلہ ابھی افغانستان میں جاری ہے۔

اشرف غنی مہاجرین کو قتل کر رہے ہیں

بت شکن

افغان مہاجرین ہمسایہ ممالک میں مصیبت زدہ اور پریشان حال ہیں۔

وہ مختلف النوع مشکلات سے دوچار ہیں۔ وہ اس حال میں افغانستان واپس بھیجے جا رہے ہیں کہ اب تک نہ ہجرت اور جہاد کے اہداف حاصل کیے گئے ہیں اور نہ ہی کسی نے ان کے ساتھ افغانستان میں اچھا سلوک کیا ہے۔ پہلے سوویت یونین کی یلغار اور اب امریکی جارحیت کے باعث لاکھوں افغان عوام اپنے گھربار چھوڑ کر ہمسایہ ممالک کی طرف ہجرت اور نقل مکانی پر مجبور ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ ایک اذیت ناک صورت حال ہے۔ ان تلخ لمحات اور الم ناک صورت حال سے جو لوگ وابستہ رہے ہیں، اُنہیں اِن مشکلات اور مسائل کا پتا ہے، لیکن چوں کہ افغان عوام نے نیک مقصد کے لیے سب کچھ برداشت کیا ہے۔ اس پر اللہ اُن کو اجرِ عظیم اور امن کی حکومت عطا فرمائے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نہ اس ہدف کو حاصل کیا جاسکا ہے اور نہ ہی افغانستان آزاد ہے، بلکہ اب بھی یہاں طاغوتی قوتوں کا ناجائز قبضہ برقرار ہے۔ اس لیے مہاجرین ضرور یہ کہیں گے کہ آج کی دنیا کے حکمران اتنے ظالم کیوں ہیں کہ نہ اپنے گھر میں ہمیں پُرامن زندگی بسر کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی ہمسایہ ممالک میں سکون کی زندگی گزارنے دیتے ہیں۔ ہم سے زندگی جینے کا حق کیوں چھین رہے ہیں؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں؟ کیا ہماری اور اُن کی انسانیت میں فرق

> کابل کے نام نہاد حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ افغانستان واپس لوٹنے والے مہاجرین کو گلے لگا کر ان کا استقبال اور خیر مقدم کریں۔ ان پر تشدد کی پالیسی ترک کر دیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا جائے۔ مہاجرین سے متعلق بین الاقوامی قوانین کے مطابق انہیں حقوق دیے جائیں۔ ان کے لیے رہائش کا انتظام کیا جائے۔ ان کے روزگار، کاروبار، مکانات، تعلیم اور صحت کے حوالے سے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لا کر انہیں پرسکون زندگی گزارنے کی سہولت دی جائے۔

ہے؟

افغان پناہ گزین اسلام اور جہاد کے علَم بردار ہیں۔ انہوں نے اپنے وقت کے ظالم حکمرانوں کے مظالم سے تنگ آ کر آبائی گاؤں چھوڑ کر ہمسایہ ممالک کی طرف ہجرت کی، جہاں وہ ہر قسم کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ آج وہ ایک نئے امتحان سے دوچار ہیں۔ ایک طرف انہیں ہمسایہ ممالک میں قیام کے لیے مزید توسیع کی اجازت نہیں ہے اور زبردستی 'اُن کا وطن' چھوڑنے پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ دوسری طرف اپنے ملک میں غلام حکمران حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انہیں اپنے گاؤں میں رہنے کا حق نہیں دیا جا رہا ہے۔ ان کے حقوق تسلیم کرنے سے عملی طور پر انکار کر رہے ہیں۔ تارکین وطن آج ایک نئی مشکل اور تکلیف دِہ صورت حال سے دوچار ہیں۔ ان کے زخموں پر مرہم پٹی کے بجائے نمک پاشی کی جا رہی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ افغانستان واپس لوٹنے پر ان کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا جاتا، تاکہ دورانِ ہجرت پیش آنے والی مشکلات کو بھول جانے میں اُنہیں مدد ملتی، لیکن بدقسمتی سے یہاں معاملہ برعکس ہے۔ اپنے گھر واپس آنے والوں کے ساتھ جو رویہ برتا جارہا ہے اور جس گستاخانہ انداز سے ان کی تذلیل کی گئی ہے اوران پر بہیمانہ تشدد کیا گیا ہے، اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ طورخم بارڈر

سے آنے والے مہاجرین کو صوبہ ننگرہار کی پولیس نے جس انداز سے تشدد کا نشانہ بنایا ہے، وہ نہ صرف اسلامی، اخلاقی اور افغان قوانین کی خلاف ورزی تھی، بلکہ بین الاقوامی اصولوں کا خیال بھی نہیں رکھا گیا۔ اس کی خبر بین الاقوامی میڈیا پر شہ سرخی کے ساتھ شایع ہوئی تھی، جس کے مطابق پولیس نے صوبہ ننگرہار کے ضلع 'روودات' میں ان مہاجرین پر فائرنگ کر دی، جو حال ہی میں پاکستان سے واپس آ چکے تھے اور جلال آباد کے علاقے حصار شاہی کے علاقے 'ڈاگ' کے خیموں میں مقیم تھے۔

مقامی لوگوں نے میڈیا کو بتایا کہ کچھ خاندان پشاور سے اپنے وطن لوٹے ہیں، جن کے لیے رہائش کا یہاں کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے وہ حصار شاہی ڈاگ کے پہاڑ کے دامن میں خیمے نصب کر کے کسمپری کی حالت میں رہنے پر مجبور ہیں۔ مقامی لوگوں کے مطابق ضلع روودات کے گورنر 'حضرت خان خاکسار' نے واپس لوٹنے والے تارکین وطن کی مدد کرنے کے بجائے پولیس کو حکم دیا کہ وہ پناہ گزینوں کے خیموں پر فائرنگ کریں، جس کے نتیجے میں 2 افراد جاں بحق اور 7 زخمی ہو گئے۔ واپس لوٹنے والے مہاجرین نے ننگرہار میں گورنر ہاؤس کے باہر دو افراد کی لاشیں رکھ کر حکومت کے خلاف احتجاج کیا اور صوبائی حکام سے انصاف فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

صوبائی حکام نے مذکورہ واقعے کے بعد حصار شاہی کے پہاڑ پر مہاجرین کی جانب سے خیمے نصب کرنا زمین غصب کرنے کی کوشش قرار دیتے ہوئے جواز فراہم کیا کہ انہوں نے زمین پر غاصبین کا قبضہ چھڑانے کے لیے فائرنگ کی ہے۔ ننگرہار پولیس ہیڈکوارٹر کے پریس دفتر کے رہنما 'حضرت حسن' نے مہاجرین پر ایک اَور الزام لگایا کہ پولیس نے اپنے دفاع کے لیے فائرنگ کی تھی، فائرنگ کے تبادلے میں دو افراد جاں بحق اور سات زخمی ہوئے ہیں، مگر انہوں نے اس امر کی وضاحت نہیں کہ مہاجرین کے پاس اسلحہ کہاں سے آگیا تھا؟ ننگرہار کے گورنر ہاؤس کے سامنے مظاہرین میں سے ایک شخص نے میڈیا کو بتایا کہ پولیس نے ان پر وحشیانہ فائرنگ کر کے 2 افراد ہلاک اور 7 افراد کو زخمی کر دیا ہے، جب کہ 12 افراد کو حراست میں لے لیا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ گرفتار افراد کو رہا کیا جائے اور زخمیوں کا سرکاری سطح پر علاج کیا جائے۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق پولیس نے نہ صرف واپس لوٹنے والے مہاجرین پر فائرنگ کی، بلکہ انہیں تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے۔ فائرنگ کے واقعے کے بعد پولیس نے دو زخمیوں کو ہسپتال منتقل کرنے کے بہانے پولیس گاڑی میں سوار کر کے مین سڑک پہنچتے ہی انہیں گاڑی سے اتار کر ان پر بہیمانہ تشدد کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق تشدد کا نشانہ بننے والے افراد نے چیختے ہوئے کہا کہ ایک طرف پاکستان نے انہیں وہاں سے نکالا ہے اور دوسری جانب اپنے ملک کی پولیس ان پر تشدد کر رہی ہے۔ آخر ہم کہاں جائیں؟ اس طرح کے الم ناک واقعات اس سے قبل بھی رونما ہو چکے ہیں۔ افغانستان واپس لوٹنے والے مہاجرین پر کئی بار تشدد کیا جا چکا ہے۔ مہاجرین نے لاشوں کو اٹھا کر گورنر ہاؤس کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور واقعہ میں ملوث اہل کاروں کی گرفتاری اور انہیں قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے، لیکن اشرف غنی کی حکومت فائرنگ کرنے کے جواز کے لیے مختلف بہانے بنا کر ملوث اہل کاروں کے خلاف قانونی کارروائی سے گریز کر رہی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ نام نہاد حکومت وطن واپس آنے والے مہاجرین کو اچھا نہیں سمجھ رہی۔

کابل کے نام نہاد حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ افغانستان واپس لوٹنے والے مہاجرین کو گلے لگا کر ان کا استقبال اور خیر مقدم کریں۔ ان پر تشدد کی پالیسی ترک کر دیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا جائے۔ مہاجرین سے متعلق بین الاقوامی قوانین کے مطابق انہیں حقوق دیے جائیں۔ ان کے لیے رہائش کا انتظام کیا جائے۔ ان کے روزگار، کاروبار، مکانات، تعلیم اور صحت کے حوالے سے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لا کر انہیں پُرسکون زندگی گزارنے کی سہولت دی جائے۔

افغان فوج کے پاس کوئی نظریہ نہیں

بشیر احمد

افغانستان بھر میں غیر ملکی حملہ آوروں کی موجودگی کے خلاف برسرپیکار بہادر مجاہدین کی جانب سے عمری آپریشن کی کامیابی کے بہترین نتائج توقعات سے بڑھ کر سامنے آ رہے ہیں۔ مجاہدین نے متعدد اضلاع اور علاقوں پر قبضہ واپس لے لیا ہے۔

کابل میں غیر ملکیوں کے زیر استعمال انٹیلی جنس کاموں کے لیے استعمال ہونے والے نارتھ گیٹ ہوٹل کو چار فدائی مجاہدین نے نشانہ بنایا تھا۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق:

"ایک فدائی مجاہد نے پہلے اس ہوٹل کی عمارت پر دھماکہ خیز مواد سے بھرے ٹرک کے ذریعے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ہوٹل کا ایک حصہ زمین بوس ہوگیا، جس کے ملبے تلے آ کر کئی درجن اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ بعد ازاں ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس تین فدائی مجاہدین ہوٹل میں گھس گئے، جہاں انہوں نے غیر ملکیوں کو نشانہ بنانا شروع کیا اور صبح پانچ بجے تک اس ہوٹل میں کارروائی جاری رہی۔ جس کے نتیجے میں ہوٹل میں موجود تمام غیر ملکی ہلاک اور شدید زخمی ہوگئے۔

اس کے بعد فدائی مجاہدین نے ترتیب دیے گئے منصوبے کے تحت ہوٹل کے باہر موجود غیر ملکی اور افغان سکیورٹی فورسز کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جو 2 گھنٹے تک جاری رہی۔ جس کے نتیجے میں بھی متعدد غیر ملکی فوجی اور افغان اہل کار ہلاک و زخمی ہوگئے۔ اس طرح دشمن کے سیکڑوں اہل کار مجاہدین کی درست انٹیلی جنس معلومات کی بنیاد پر ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ ہوٹل کی عمارت اور گاڑیوں کو بھی نقصان پہنچا۔

اگرچہ دشمن نے حسب روایت کوشش کی کہ ہلاکتوں کی تعداد کم بتائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سورج کو ایک انگلی سے نہیں چھپایا جا سکتا۔

کچھ دنوں بعد مشرقی صوبے ننگرہار بیس کے قریب امریکی کانوائے پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 ٹینک تباہ اور 6 امریکی فوجی ہلاک ہو گئے۔ مجاہدین ذرائع کے مطابق ان حملوں کا مقصد یہ ہے کہ امریکا نے جن مذموم مقاصد کے لیے افغانستان پر قبضہ کیا ہے، ان کو حاصل کرنا اتنا ممکن نہیں ہے۔

یہاں بہت ساری طاقتیں ناکام رہی ہیں۔ اب سوویت یونین کی طرح امریکا کا حشر بھی ویسا ہی ہو گا۔

امریکا افغانستان میں طویل مدت تک قیام کے لیے نئے آلات اور جدید ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر زور آزمائی کر رہا ہے، لیکن اس کے مقابلے میں مجاہدین کے حوصلے بہت بلند اور منظم انداز میں ان کے خلاف جہادی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ امریکا کے جرائم کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ امریکا اپنی معیشت پر رحم کرتے ہوئے افغانستان سے اپنی فوج کا انخلا یقینی بنائے۔

افغانستان بھر میں فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ عمری آپریشن کے سلسلے میں ہلمند سے بدخشان، تخار، قندوز، بغلان، لغمان اور غزنی تک مجاہدین کی کارروائیاں منظم انداز میں جاری ہیں۔ فتوحات کی خوشخبریاں بھی سنی جا

رہی ہیں۔ ہلمند کے ضلع گرمسیر، خانشین، نادعلی، صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل، صوبہ پکتیکا کے ضلع اومنہ اور صوبہ بغلان میں مرکزی بغلان پر مجاہدین نے سفید پرچم لہرا دیا ہے۔ ہلمند میں مجاہدین لشکر گاہ شہر تک پہنچ گئے ہیں۔ اسی طرح صوبہ فراہ، جوزجان، بدخشان، قندوز، بغلان اور غزنی میں بھی مجاہدین دشمن کے مراکز کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد امریکا اور اس کے زر خرید میڈیا نے پروپیگنڈا کیا کہ مجاہدین کی کارروائیوں میں کمی آئی ہے اور وہ کمزور ہو چکے ہیں، لیکن مجاہدین کی حالیہ فتوحات اور کارروائیوں نے دشمن کے اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ افغانستان بھر میں جاری کارروائیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ دشمن شکست سے دوچار ہے اور وہ دن دور نہیں، جب امریکا کا حشر بھی سوویت یونین جیسا ہوگا۔

سیاسی اور فوجی امور کے ماہرین کا خیال ہے کہ 33 صوبوں میں جاری کارروائیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ مجاہدین کمزور نہیں ہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ منظم، فعال اور مضبوط ہو چکے ہیں۔ اگر ان کی کارروائیوں کا سلسلہ اسی طرح تیزی سے جاری رہا تو ان کی فتوحات کا راستہ روکنا افغان فورسز کے لیے ایک چیلنج ہوگا۔ حالیہ کارروائیوں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کرنے اور جدید ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے باوجود اپنا ہدف حاصل نہیں کیا۔ وہ افغانستان میں شکست سے دوچار ہے۔ اسی طرح امریکا اور میڈیا نے افغان کٹھ پتلی فوج اور سکیورٹی فورسز کی طاقت کا جو دعوی کیا تھا، وہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کی حامل چار لاکھ فوج میدان جنگ میں مجاہدین کے ہاتھوں پسپا ہو رہی ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق فورسز اور انتظامیہ کے درمیان ہم آہنگی کے فقدان، جنگی وسائل کی کمی اور کرپشن کے باعث فورسز مختلف علاقوں سے پسپا ہو رہی ہے، جب کہ خود کٹھ پتلی انتظامیہ نے دعوی کیا ہے کہ سکیورٹی معاہدے کے بعد ہر روز امریکا کی جانب سے اشرف غنی انتظامیہ کو 24 ملین ڈالر موصول ہو رہے ہیں۔ اس کے باجود وسائل کی کمی کا شور کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ کرپشن اور بدانتظامی نے تمام اداروں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ کیوں کہ تمام اہم عہدوں پر ایسے لوگوں کو تعینات کیا گیا ہے، جو کرپشن، لوٹ مار اور بدعنوانی میں بدنام ہو چکے ہیں۔ ان کی تمام تر توجہ بینک بیلنس بڑھانے پر مرکوز ہے۔ انہیں افغانستان اور افغان عوام کے مستقبل سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میدان جنگ میں دوسروں کے بیٹے ہلاک ہو رہے ہیں اور وہ اپنی عیاشیوں میں مصروف ہیں۔ جو نوجوان افغان فوج کی صفوں میں شامل ہو کر فرنٹ لائن میں ہلاک ہو رہے ہیں، انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کس طرح کی صورت حال سے دوچار ہیں؟ وہ کس مقصد کے لیے لڑ رہے ہیں؟ وہ کن لوگوں کی خاطر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال رہے ہیں؟ ان کے خون کا سودا کیوں کیا جارہا ہے؟ ان کے آقا انہیں کس کے خلاف استعمال کر رہے ہیں؟ وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

مجاہدین تو اپنے اسلامی خطے کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ وہ افغانستان کو غیر ملکی حملہ آوروں سے آزاد کرانے کے لیے مقدس جہاد میں مصروف ہیں۔ جب کہ انتظامیہ میں شامل لوگوں کی بڑی تعداد یورپ اور امریکا سے آئی ہے۔ وہ چند ڈالروں کے عوض افغانستان اور افغان عوام کے مفادات کا سودا کر چکے ہیں۔ وہ افغانستان اور عوام کے غدار ہیں۔ مجاہدین اس خطے کے وفادار ہیں، جو ہر قیمت پر اس کی دفاع کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی ان کی مدد فرمائے۔ آمین

تاریخ کی طویل ترین ناکام جنگ

اسلم امید

امریکا کے مشہور اخبار لاس اینجلس ٹائمز میں ایک امریکی صحافی اینڈریو باسیوچ نے افغانستان میں امریکی جنگی مشن پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ جنگ اب سولہویں سال میں داخل ہوگئی ہے۔ امریکا کے آنے والے صدر کو یہ جنگ ورثے میں ملے گی، جس پر دونوں امریکی صدارتی امیدواران لب کشائی سے گریز کررہے ہیں۔ ابھی تک کسی نے بھی اپنا مؤقف ظاہر نہیں کیا۔''

دونوں امیدواران اس جنگ پر تبصرہ کرنے سے گریزاں ہیں۔ جو رواں صدی میں امریکا کے لیے سب طویل اور ناکام جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اینڈریو باسیوچ کے مطابق امریکا کے ہر شہری کی خواہش ہے کہ صدارتی امیدواران رواں جنگ کے خاتمے کے بارے میں اپنا مؤقف عوام کے سامنے پیش کریں، تاکہ ثابت ہوجائے کہ ان میں سے کون واقعی یہ جنگ منطقی انجام تک پہنچاتا ہے اور کون اسے جاری رکھتا ہے؟

صحافی لکھتے ہیں کہ اب تک نہ ڈونلڈ ٹرمپ اس بارے میں گفتگو کے لیے تیار دکھائی دیتے ہیں اور نہ ہیلری کلنٹن نے اس طویل جنگ کے خاتمے کے بارے میں امریکی عوام کو تسلی بخش جواب دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی عوام سخت مایوسی کا شکار ہیں۔ امریکی عوام دونوں امیدواروں سے مایوس دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں کوئی بھی انہیں مطمئن کرنے کے لیے خاطر خواہ دلیل پیش نہیں کرسکے گا۔ مذکورہ صحافی کا مؤقف بھی ان آزاد محققین کی طرح ہے، جو کہتے ہیں: امریکا پوری دنیا کی فوجوں کو ساتھ ملانے کے باوجود بھی افغان جنگ نہیں جیت سکا اور نہ مجاہدین کو کمزور کرسکا ہے۔ ان کے مطابق امریکا کو افغانستان میں مکمل شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور مستقبل میں بھی اس کی کامیابی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ امریکا افغانستان میں اپنی شکست کو کامیابی میں بدل سکتا ہے؟ امریکا نے جنگ میں خود کو فاتح قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ جنگی اخراجات میں اضافہ کیا ہے، لیکن نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

افغان جنگ نے امریکا کو حملوں سے محفوظ کیا ہے اور افغانستان میں جمہوری نظام مضبوط کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اب یہ خیال غلط ثابت ہوچکا ہے۔ امریکا نے افغان جنگ پر تین ٹریلین سے زیادہ ڈالرز خرچ کیے لیکن کامیابی اس کے باوجود ان سے کوسوں دور ہے۔ افغانستان اب تک خودکفیل نہیں بنا۔ اب بھی غیر ملکی امداد پر چلتا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امریکا اور اس کے اتحادی ابھی تک افغانستان میں اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ کیوں کہ امریکا افغانستان میں فوجی اور سیاسی لحاظ سے مکمل شکست سے دوچار ہوا ہے۔ افغانستان میں اب بھی افراتفری کی وہی صورت حال ہے، جو امریکی جارحیت کے آغاز کے وقت تھی۔ امریکی صحافی کی یہ تحریر واقعیت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ افغانستان میں رواں جنگی حالات اس بات کے شاہد ہیں کہ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے پورے سولہ سال کوشش کی، لیکن افغان عوام کو اپنی حمایت پر قائل نہ کرسکے۔ آج امریکا کے مقابلے میں مجاہدین نہایت ہی منظم ہیں۔ آئے روز جارحیت پسند کفار کے مراکز اور ان کی کٹھ پتلیوں کے زیر تسلط علاقوں پر قبضہ کررہے ہیں۔ یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ کئی امریکی صحافی اور تجزیہ کار اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ افغانستان میں امریکا اربوں ڈالرز کے اخراجات کے باوجود کامیاب نہیں ہوسکا، بلکہ شکست کھاچکا ہے۔

ورلڈ پوسٹ کے نام سے ایک امریکی جریدہ لکھتا ہے کہ افغانستان میں ہم ہوبہو ویت نام جیسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ امریکی حکام شکست کھانے کے باوجود بار بار افغانستان میں اپنی فوج بھیجنے کی غلطی کررہا ہے، جس کا نتیجہ مزید نقصانات کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

افغانستان جولائی 2016ء

احمد فارسی

زیر نظر تحریر میں صرف ان واقعات اور دشمن کو پہنچنے والے نقصانات کا ذکر ہے، جن کا دشمن نے خود بھی اعتراف کیا ہے۔ یاد رہے بیرونی اور داخلی دشمن کے نقصانات کے حوالے سے مزید اور با اعتماد خبروں کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ کریں۔

افغانستان کی سکیورٹی حالت دن بدن خراب ہو رہی ہے۔ کابل انتظامیہ اپنے بقیہ کچھ مراکز اور اڈوں کے تحفظ میں ناکام ہو رہی ہے۔ اس کے زیر قبضہ علاقوں میں بدامنی، مسلح چوری و ڈکیتی اور ان جیسے دیگر جرائم کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ جولائی کا مہینہ بھی دیگر مہینوں کی طرح عسکری اور سیاسی واقعات سے بھرپور رہا ہے۔

جارحیت پسند دشمنوں کو پہنچنے والے نقصانات:

2 جولائی کو ننگرہار میں کئی بیرونی فوجیوں پر حملہ ہوا، کہا جاتا ہے ان میں سے اکثر ہلاک و زخمی ہوگئے ہیں۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق جارح دشمن نے صرف یہ تسلیم کیا ہے کہ حملے میں ان کے پانچ افراد زخمی ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ 5 جولائی کو قندھار ضلع ژیڑی میں مجاہدین نے نصب کردہ بارودی سرنگ کے ذریعے جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا۔ جس میں کچھ فوجی ہلاک بھی ہوئے ہیں۔ دشمن اپنی عادت کے مطابق پھر چپ رہا اور ہلاکتوں کا کوئی اعتراف نہیں کیا۔ اسی لیے اس ماہ جارحیت پسند دشمن کی جانب سے اعتراف نہ کرنے کی وجہ سے افغانستان میں ان کے ہلاک شدہ فوجیوں کی تسلیم شدہ تعداد میں اضافہ نہ ہو سکا۔

مزدور دشمن کو پہنچنے والے نقصانات:

افغانستان میں جارحیت پسندوں کے افسر جنرل نکلسن نے 10 جولائی کو ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کی صف شدید جانی نقصانات کی شکار ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ نقصانات مجاہدین کی جانب سے کٹھ پتلی فوج اور پولیس کے اڈوں پر مسلسل حملوں کے باعث سامنے آئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے دفاعی حالات میں جس کا افغان فوجی سامنا کر رہے ہیں، ہلاکتوں میں اضافہ یقینی ہے۔ اگرچہ جنرل نے ہلاکتوں کے اعداد و شمار نہیں بتائے اور نہ دیگر ذرائع سے صحیح تعداد معلوم ہو سکی، مگر ذیل میں دیے گئے واقعات سے اس ماہ میں دشمن کے نقصانات کا ایک درمیانہ سا اندازہ ہو سکتا ہے۔

27 جولائی کو امریکی جارحیت پسندوں نے پروان کے ضلع بگرام میں افغان فوج کا ایک افسر فائرنگ کر کے مار دیا۔ اس کے ایک روز بعد غزنی کا ایک کمانڈر حملے میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد 29 جولائی کو کابل انتظامیہ کی پارلیمنٹ کے انسانی حقوق کے شعبہ کا سربراہ کابل میں مقناطیسی بارودی سرنگ کے دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ اسی ماہ کی 30 تاریخ کو قندوز کے ضلع علی آباد کا پولیس افسر بھی ہلاک ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد ہلمند کے ضلع خانشین کا بریگیڈیئر بھی ہلاک ہوگیا۔ اسی روز لوگر سے رکن مرکزی پارلیمنٹ بھی جان کی بازی ہار گیا۔ دوسری طرف 24 جولائی کو پولیس کے درمیان موجود ایک مجاہد ساتھی نے قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں پہلے چند پولیس اہل کاروں کو مار ڈالا اور پھر علاقے میں مجاہدین کے پہنچنے پر 5 پولیس اہل کاروں کو زندہ گرفتار بھی کیا گیا۔

دشمن کو ہونے والے نقصانات:

سب کو معلوم ہے کہ جنگ میں حلوا تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے جولائی کے مہینے میں دشمن کو بھاری جانی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ اگرچہ باوثوق اطلاعات میسر نہیں آ سکیں، مگر اسی ماہ کئی اضلاع اور علاقے فتح کیے گئے ہیں۔ درجنوں گاڑیاں غنیمت میں ملی ہیں۔ ٹینک اور دیگر جنگی وسائل مجاہدین کے ہاتھ آ گئے ہیں۔ ان کے بڑے مراکز اور ٹھکانے بھی تباہ کر دیے گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر بھی مجاہدین کی جانب سے گرائے گئے ہیں۔ اس طرح دشمن کو اربوں ڈالر کا مالی نقصان پہنچا ہے۔

پہلا واقعہ 5 جولائی کو پیش آیا تھا۔ قندھار کے ضلع ژڑی میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر نصب شدہ بارودی سرنگ کے دھماکے سے تباہ ہوگیا۔ اس طرح کا دوسرا واقعہ فراہ کے ضلع پشترود میں اس وقت پیش آیا، جب مجاہدین نے دشمن کے ہیلی کاپٹر پر حملہ کیا اور اسے مار گرایا۔

عمری آپریشن:

عمری آپریشن کے سلسلے میں گزشتہ ماہ بہت حملے ہوئے ہیں۔ ان کے نتیجے میں بہت سے علاقے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو چکے ہیں۔ یکم جولائی کو مجاہدین نے صوبہ فراہ کے ضلع شیرین تگاب کا 'آستانہ بابا' نامی انتہائی اہم تزویراتی علاقہ فتح کر لیا۔ اس علاقے سے دوستم کی بدنام زمانہ ملیشیا کو علاقے سے نکال باہر کیا۔ اسی طرح بدخشان میں بھی کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ 18 جولائی کو ہلمند کے ضلع خانشین مرکز کا قریبی علاقہ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ جب کہ ضلعی مرکز مجاہدین کے مضبوط محاصرے میں ہے۔ جنوب میں اسی روز ہلمند کا ضلع سنگین ایک بار پھر مجاہدین کے ہاتھ آگیا۔ اس کے 5 روز قبل اسی صوبے کے ضلع گرمسیر میں نظم عامہ پولیس کی چار چیک پوسٹیں مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گئیں۔ اس کے بعد 30 جولائی کو ضلع خانشین بھی شدید جنگ کے بعد امارت اسلامیہ کے سفید پرچم تلے آگیا۔ 20 جولائی کو شمالی صوبے قندوز کا ضلع قلعہ زال بھی فتح ہو گیا۔ لیکن دشمن کی جھوٹ کی عادت باقی ہے، اس لیے اس نے بھڑک ماری کہ یہ ضلع ہمارے قبضے میں ہے، مگر 22 جولائی کو کٹھ پتلی انتظامیہ کے رکن صوبائی اسمبلی نے تسلیم کیا کہ قلعہ زال مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ اس طرح کی فتوحات کا سلسلہ قندوز کے پڑوس میں بھی جاری ہے۔ مختلف علاقے پے در پے مزدور انتظامیہ کے ناجائز قبضے سے نکل رہے ہیں۔ 21 جولائی کو مجاہدین نے تخار میں خواجہ غار کے بہت سے علاقے کٹھ پتلی انتظامیہ سے خالی کروا لیے اور ضلعی مرکز تک پہنچ گئے ہیں۔ 22 جولائی کو فاریاب پر مجاہدین نے بھاری حملے کیے، جن کے نتیجے میں ضلع پشتون کوٹ کا اسٹریٹجک علاقہ تیلان دشمن کی فوج سے خالی ہو گیا۔

مجاہدین کی مضبوطی پر دشمن کا اعتراف:

جنگی سلسلوں کی طرح ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں، جن کی وجہ سے دشمن یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ مجاہدین کے مقابلے میں ان کی قوت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ یکم جولائی کو امریکی کانگریس میں مسلح کمیشنز کے سربراہ جان مکین نے کہا کہ ان کی فوج کو افغانستان میں بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ وہاں جاری جنگ بھی امریکی تباہی پر ہی ختم ہو گی۔ اسی طرح افغانستان کی تعمیر نو پر نظر رکھنے والے ادارے سیگار نے بھی اپنی 30 جولائی کی رپورٹ میں کہا ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ گزشتہ ایک ماہ میں افغانستان کا 5 فیصد حصہ خالی کرنے پر مجبور ہو گئی ہے، جس پر اب مجاہدین کی حکومت ہے۔

دشمن کی جانب سے عوامی نقصانات اور عوامی مظالم:

افغانستان کے نہتے اور مظلوم عوام نے اس ماہ کے دوران بھی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی افواج کی جانب سے بہت سے مظالم کا سامنا کیا ہے۔ حال ہی میں گلم جم ملیشیا نے اشرف غنی اقتدار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شمال کے کچھ علاقوں میں نسل کشی کی حد تک لوگوں کو مارا ہے۔ اس قدر مظالم کے ردِ عمل میں 3 جولائی کو سرپل کے قومی رہنماؤں نے احتجاجاً کہا کہ گلم جم ملیشیا افغانستان کے شمالی حصے میں صرف ایک خاص قوم کے خلاف کارروائی کر رہی ہے۔ مظالم کے اس سلسلے میں اس کا نشانہ صرف ایک قوم ہے۔ کابل انتظامیہ میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں، جو اِسے ان مظالم سے روک سکے۔ 31 جولائی کو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی تنظیم نے ایک اعلامیے کی اشاعت کے ساتھ یہ واضح کیا کہ دوستم ملیشیا شمال میں پشتونوں پر بے پناہ مظالم ڈھا رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس ملیشیا پر پابندیاں لگانی چاہیے۔ اسی طرح دیگر علاقوں میں کٹھ پتلی کے جنگجوؤں کی جانب سے مظلوم اور بے سہارا عوام پر مظالم کا سلسلہ جاری ہے، جس کے چند واقعات پیش کیے جا رہے ہیں:

6 جولائی عید الفطر کے دن کٹھ پتلی فوجیوں نے خوست کے ضع نادر شاہ کوٹ میں ایک خاتون کو شہید اور اس کا جوان بیٹا زخمی کر دیا۔ 20 جولائی کو قندھار کے ضلع میوند میں جارحیت پسندوں کی جانب سے بے رحمانہ بمباری ہوئی۔ جس کی وجہ سے 20 شہری شہید ہو گئے۔ اس کے دو روز بعد پروان میں امریکی کٹھ پتلیوں کی جانب سے سید خیلو کے علاقے میں جنازے کی نماز کے لیے جمع ہونے والے لوگوں پر حملہ کیا گیا، جس میں درجنوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ سکیورٹی کے نام پر صلیب کے نوکروں نے جنازے پر جمع 200 سے زائد علما و طلبا کو گرفتار کر لیا۔ 24 جولائی کو تخار کے ضلع درقد میں ایک خاندان کے 5 افراد کٹھ پتلی فوج کے مارٹر حملے میں شہید اور دیگر افراد زخمی ہو گئے۔ اس حوالے سے مزید معلومات امارت اسلامیہ کے ویب پیج پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

امارت اسلامیہ کا عید پیغام:

2 جولائی کو امارت اسلامیہ افغانستان نے عید الفطر کی مناسبت سے امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ کا پیغام نشر کیا، جس میں عسکری و سیاسی میدانوں میں رواں جنگ کے دوام کی خبر دی گئی۔ اس کے علاوہ امارت اسلامیہ کے سابق رہنماؤں کے منہج کی پیروی اور ان کے اصولوں پر کاربند رہنے کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔ اس پیغام میں سیاسی اور عسکری مسائل اور بیرونی ممالک کے ساتھ روابط کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا مؤقف واضح کرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدین کو جنگ، دعوت اور افغانستان کے مظلوم عوام سے نیک سلوک اور اچھے اخلاق کی ہدایت کی گئی۔

امارت اسلامیہ اور پریس کی آزادی:

افغانستان پر غیر ملکی جارحیت کے ساتھ ہی تقریباً تمام میڈیا اداروں کو خرید لیا گیا۔ میڈیا نہ صرف ان کی خدمت میں مصروف ہو گیا، بلکہ ہر ایک نے اپنے قلم یا چینل کے ذریعے مجاہدین کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی۔ زہریلے پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ اسلامی اور اخلاقی حدود تک توڑ دیے گئے۔ عوام اور سرزمین کے خلاف غیروں کی خدمت کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ اس سب کے باوجود امارت اسلامیہ نے حوصلے سے کام لیا۔ شریعت کی حدود میں میڈیا کی آزادی کی بات کی اور صحافیوں کو جان و مال کے تحفظ کو اپنا فریضہ قرار دیا۔ حال ہی میں رپورٹیں شائع ہوئیں کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے اہل کار صحافیوں پر تشدد کرتے ہیں اور حقائق شائع کرنے سے منع کرتے ہیں۔ حالانکہ مجاہدین نے اپنے علاقوں میں انہیں بلا روک ٹوک معلومات جمع کرنے کے لیے راستے مہیا کیے ہیں۔ اس کے باوجود کچھ غلام اور مفاد پرست میڈیا ادارے امارت اسلامیہ کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مجاہدین صحافیوں کو مارتے ہیں۔ اس کے ردِ عمل میں 12 جولائی کو امارت اسلامیہ کے ترجمان نے کہا کہ وہ صحافی جو واقعتاً صحافت کے اصولوں کے مطابق کام کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے ہمارے علاقوں میں کوئی مشکلات نہیں ہیں۔ یہ لوگ پورے اطمینان سے ان علاقوں میں جا سکتے ہیں، جہاں امارت اسلامیہ کی حکومت ہے۔ حالانکہ بہت سے میڈیا ورکرز کے بارے میں یقینی معلومات ہیں کہ وہ دشمن کے انٹیلی جنس اداروں کے لیے کام کرتے ہیں۔

سیاست کے میدان میں:

جیسا کہ امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے عید کے پیغام میں بھی کہہ دیا تھا کہ امارت اسلامیہ نے اپنی سیاسی اور عسکری جنگ حسب سابق آگے بڑھائی ہے۔ حالیہ انقلابات نے ان کے مؤقف میں کوئی اثر نہیں ڈالا۔ 31 جولائی کو میڈیا نے امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کے دورۂ چین کی خبر دی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دورہ چین کی دعوت پر کیا گیا تھا، جس کا مقصد رابطوں کو وسعت دینا اور اہم علاقائی مسائل خصوصاً افغانستان میں جارحیت پسند قوتوں کے مزید قیام کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے سرکاری مؤقف کی وضاحت تھی۔

جارحیت پسندوں کا جنگی عزم اور مزید فوجی فراہمی:

جارحیت پسند اگرچہ جنگ کے خاتمے یا جنگ کو بین الافغانی مسئلہ قرار دینے کی بات کرتے ہیں، مگر جنگ کو مزید جاری رکھنے کے حوالے سے یہ لوگ اب بھی اپنے ظالمانہ مؤقف پر قائم ہیں۔ 9 جولائی کو نیٹو تنظیم کی رکنیت رکھنے والے صلیبی ممالک نے معاہدہ کیا کہ 2020 تک افغانستان میں جنگ جاری رکھنے کے لیے اپنی کٹھ پتلیوں کو ایک ارب ڈالر دیں گے۔ اسی جنگ کو مزید طول دینے کے حوالے سے 27 جولائی کو 800 تازہ فوجی بھیجنے کی بات کی گئی۔ فوج بھیجنے کا مقصد شکست خوردہ فوج اور حوصلہ ہاری ہوئی کٹھ پتلیوں کو حوصلہ دلانا ہے، تاکہ جنگ مزید طول پکڑ سکے اور افغان عوام کا مزید خون بہایا جائے۔

جارحیت پسندوں کی موجودگی کی مخالفت:

اگر ایک جانب جنگ کو طول دینے کے لیے صلیبی اپنی کٹھ پتلیوں سے مالی تعاون کرنے کو تیار نظر آتے ہیں تو دوسری جانب کچھ حلقے افغانستان میں جارحیت پسندوں کے مزید قیام کی مخالفت کر رہے ہیں۔ 31 جولائی کو انہوں نے اعلان کیا کہ افغانستان میں جارح قوتوں کی موجودگی میں کبھی امن و سکون نہیں آ سکتا۔ واشنگٹن پوسٹ نے 15 جولائی کو مزید امریکی فوج بھیجنے کی خبر کے حوالے سے ردِ عمل میں لکھا ہے کہ اس فیصلے سے افغانستان اور امریکا دونوں کو نقصان ہو گا۔ اسی طرح بیسٹن گلوب نے بھی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ امریکا چاہتا ہے افغانستان میں موجود فوجیوں کے علاوہ درجنوں مزید فوجی افغانستان کے پڑوسی ملک میں ٹھہرائے، تاکہ وہ ضرورت کے وقت کام میں لائے جا سکیں۔ البتہ پڑوسی ملک کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔

جنگی جرائم، جولائی 2016ء

سید سعید

یکم جولائی کو فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقائی رہنماؤں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ جنرل دوستم نے مجاہدین کے خلاف آپریشن کے نام پر ستر عام شہریوں کو خواتین، بچوں اور بوڑھوں سمیت شہید کر دیا ہے۔ تین سو سے زیادہ عام افراد کو قید کر کے اُن کے گھر تباہ کر دیے ہیں۔

3 جولائی کو سرپل کے کئی علاقائی رہنماؤں نے کابل میں سیکرٹریٹ کے چیف سیکرٹری محمد خان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سرپل میں اشرف غنی کے سیکرٹری جنرل دوستم کی قیادت میں مسلح افراد نے ان کے گھر لوٹ کر اُنہیں آگ لگا دی ہے۔ عام لوگوں کو مجاہدین سے تعلق کے الزام میں قتل کیا ہے، جب کہ بہت سوں کو قید کر کے اذیت دی جا رہی ہے۔ انہوں نے میڈیا کو دعوت دی کہ ہمارے علاقے کے لوگ اشرف غنی کے اہل کاروں کی طرف سے جس پریشان حالی کا شکار ہیں، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتائیں کہ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

5 جولائی کو قندھار کے ضلع خاکریز کے علاقے 'باغکی' میں جارحیت پسندوں کی بمباری سے خواتین سمیت پانچ افراد شہید اور چار زخمی ہو گئے۔

6 جولائی کو یعنی عید الفطر کے پہلے روز خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ میں 'شمبوات' کے علاقے میں مقامی فوجیوں نے مریض کو اسپتال میں لے جانے والی ایک گاڑی کو نشانہ بنا کر تباہ کر ڈالا، جس میں موجود مریض خاتون شہید اور ان کا بیٹا اسلام الدین زخمی ہو گیا۔

14 جولائی کو زابل کے مرکز کلات کے قریب مقامی فوجیوں نے مارٹر کے ایک حملے میں ایک ہی گھر کے 7 افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔ شہداء میں دو بچے بھی شامل ہیں، جب کہ زخمیوں میں بچوں اور خواتین سمیت 7 افراد شامل ہیں۔

اسی دن غزنی کے ضلع 'مقر' میں 'سمن کلا' کے علاقے میں اربکیوں نے دین کی تعلیم دینے والے ایک مدرسے کے طالب علم عطاء اللہ ولد خیال محمد کو شدید تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد شہید کر دیا۔ جب کہ قندھار میں جارح فوجیوں نے ضلع میوند کے مضافاتی علاقے 'ریگ شہید انو' میں عام لوگوں کی چار گاڑیاں گولہ باری کر کے تباہ کر دیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ کے ترجمان نے اس واقعے کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس حملے میں امارت اسلامیہ سے منسلک 30 افراد قتل کیے ہیں، مگر مقامی لوگوں کا کہنا تھا کہ حملے کا نشانہ بننے والے تمام افراد عام لوگ تھے۔

16 جولائی کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے سنگانہ میں کٹھ پتلی اسلحہ بردار اہل کاروں کی آپس میں لڑائی چھڑ گئی، جس میں بھاری اسلحے کا استعمال کیا گیا۔ اس واقعے میں ایک بچہ اور دو افراد شہید، جب کہ دو عام افراد زخمی ہو گئے۔

17 جولائی کو قندوز کے مرکز کے قریب 'کلتہ تائی' نامی علاقے میں مقامی دہشت گردوں نے میزائل حملے میں ایک بچے سمیت تین افراد شہید کر دیے۔ اسی دن وائی کنڈی کے ضلع اجرستان کے مضافات میں مجاہدین اور کٹھ پتلی اسلحہ برداروں کے درمیان جنگ کے بعد دشمن نے ہیلی کاپٹر سے علاقے پر بمباری کر دی۔ مقامی لوگوں کے مطابق اس بمباری میں عباس خیلو گاؤں میں ایک خاتون شہید اور تین بچے زخمی ہو گئے۔ محمد خیلو کے علاقے میں چاچا فضل محمد کے گھر میں دو خواتین زخمی اور دو شہید ہو گئیں۔

19 جولائی کو پکتیکا کے مرکز کے شہری بازار کے قریب سیکورٹی اداروں کے کارکنوں نے ایک شخص کو گاڑی سے اتارا اور تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر ڈالا۔

اسی دن شیر زادو کے علاقے 'طوطو' میں جارحیت پسندوں نے ڈرون حملے میں عبدالکبیر نامی ایک مقامی نوجوان کو شہید کر دیا۔ جب کہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے قرغان تیپی میں اربکیوں نے عام لوگوں کی ایک مسافر وین پر فائرنگ کر دی، جس میں ایک بچہ شہید، جب کہ اُس کی ماں اور گاڑی ڈرائیور شدید زخمی ہو گئے۔

21 جولائی کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں وزیرو کے علاقے 'تنگی' میں کٹھ پتلی اسلحہ بردار اہل کاروں نے مارٹر حملے میں حاجی ہمیشہ گل نامی ایک معمر شخص کو شہید کر دیا، جب کہ دو خواتین اور ایک بچہ شدید زخمی ہو گئے۔

22 جولائی کو پروان کے ضلع سید خیلو کے علاقے 'انچو' میں کابل انتظامیہ نے نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے موقع پر گولہ باری کی۔ حملے میں 9 افراد شہید اور 30 زخمی ہو گئے۔ اسی طرح دہشت گرد اہل کاروں نے 20 افراد کو قید بھی کیا ہے۔ اسی دن ضلع سرخرود میں 'کڑ سوخوڑ' نامی علاقے میں اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں نے عام شہریوں کے گھروں پر مارٹر حملے کیے۔ ان حملوں میں کچھ گھروں کو نقصان پہنچا اور ایک گھر میں ایک خاتون اور ایک بچہ شہید ہو گئے۔ گھر کے سربراہ اللہ دوست سمیت ایک بچہ زخمی بھی ہو گئے۔

23 جولائی کو تخار کے ضلع درقد کے نور خیلو نامی علاقے میں اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کی مارٹر گولوں کی فائرنگ میں 5 افراد شہید اور تین زخمی ہو گئے۔ اسی دن ننگرہار کے ضلع چپرہار کے مضافات میں اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کی گولہ باری میں 7 افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ ضلع حصارک کے 'میاں صاحب' نامی کے علاقے میں اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کی طرف سے مارٹر کی فائرنگ میں دو بچے زخمی اور ایک آدمی شہید ہو گیا۔

24 جولائی کو اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کی فائرنگ میں ننگرہار کے ضلع چپرہار کے گلدری نامی علاقے میں ایک خاتون اور شوہر اپنے دو بچوں سمیت زخمی ہو گئے۔ اسی طرح شولانی کے گاؤں میں ایک میزائل 'نوح جان چاچا' کے گھر پر آ گرا، جس میں ایک خاتون شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

25 جولائی کو جارحیت پسندوں نے نائٹ آپریشن کے سلسلے میں قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے بوری میں چھاپہ مارا، جس میں دو عام افراد شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

28 جولائی کو جارحیت پسندوں نے اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کے تعاون سے نائٹ آپریشن کے دوران ننگرہار کے ضلع چپرہار کے علاقے 'تریلی' نامی گاؤں میں چھاپہ مارا، تلاشی کے دوران لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور 5 افراد کو گرفتار کر کے کال کوٹھریوں میں بند کر دیا ہے۔

30 جولائی کو جوزجان کے ضلع آقچی کے علاقے سرخ کلی میں اربکیوں نے دو افراد شہید کر دیا اور لوگوں کے گھروں سے قیمتی سامان اور موٹر سائیکل اپنے ساتھ لے گئے۔

31 جولائی کو ننگرہار کے ضلع حصارک کے گاؤں میاں صاحب اور خوگیانو میں وزیرو کے علاقے میں اربکیوں نے اشرف غنی کے اسلحہ بردار اہل کاروں کے تعاون سے چھاپہ مارا، تلاشی کے دوران لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، انہیں مالی نقصان پہنچایا اور معلم نواب سمیت چار افراد کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ جب کہ میدان وردگ کے ضلع جلریز میں اسماعیل خیل میں مقامی فوجیوں نے ایک عام فرد کو شہید کر دیا۔

ماخذ: (بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامی اژانس ریڈیو، پژواک ویب سائٹ، خبریال ویب سائٹ، لراوبر ویب سائٹ، تن تکی آسیا ویب سائٹ، بینوا ویب سائٹ)

شوال المکرم کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کے ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	31	0	0	0	109	25	13	6	8	0
-2	ہلمند	63	0	0	0	130	103	26	4	7	0
-3	غزنی	33	0	0	0	62	48	18	0	2	0
-4	خوست	21	0	0	0	57	9	2	1	4	0
-5	نورستان	16	0	0	0	73	70	7	1	5	0
-6	میدان وردگ	1	0	0	0	9	10	0	0	2	0
-7	کونڑ	20	0	0	0	58	12	7	14	22	0
-8	پکتیکا	12	0	0	0	9	9	3	1	1	0
-9	زابل	13	0	0	0	12	12	4	0	0	0
-10	لوگر	20	0	0	0	14	13	7	2	2	0
-11	کاپیسا	37	0	0	0	57	36	10	0	0	0
-12	روزگان	41	0	8	5	74	94	17	0	0	0
-13	پکتیا	26	0	0	2	25	48	5	2	2	0
-14	فراہ	6	0	0	0	6	2	0	0	0	0
-15	کابل	28	1	0	0	52	56	18	4	0	1
-16	ننگرہار	60	0	0	0	103	68	17	1	5	0
-17	لغمان	37	0	0	0	88	92	17	0	2	0
-18	ہرات	18	0	0	0	36	17	5	0	0	0
-19	نیمروز	33	0	0	0	68	26	8	4	3	0
-20	بادغیس	11	0	0	0	22	9	2	2	0	0
-21	قندوز	6	0	4	0	4	2	2	0	0	0
-22	بغلان	24	0	0	0	32	25	8	0	1	0
-23	فاریاب	47	0	0	0	69	54	11	6	3	0
-24	غور	27	0	1	0	88	74	12	3	17	0
-25	پروان	8	0	0	0	14	4	1	0	0	0
-26	تخار	10	0	0	0	14	21	0	0	1	0
-27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	8	0	0	0	24	26	7	2	5	0
-29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-30	بلخ	13	0	0	0	21	21	8	0	0	0
-31	جوزجان	8	0	0	0	28	12	2	1	0	0
-32	دائی کنڈی	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-33	سرپل	6	1	0	0	5	4	0	0	0	0
-34	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		684	2	13	7	1363	1002	237	54	92	1

د تخار ولایت د خواجه غار ولسوالی

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

5th Year October 2016

فتوحات کی یہی وہ طلوع
ہوتی صبح روشن ہے، جس کی پیشانی
پر عالم اسلام کے لیے
آزادی کا نور چمک رہا ہے!

قندهار، میوند بیس کی فتح

قندوز ، خان آباد کی فتح

فراہ ،خاک سفید کی فتح

هلمند ، خانشین کی فتح

پکتیا ، جانی خیل کی فتح

بغلان، دهنه غوري کی فتح

قندوز، قلعه زال کی فتح

پکتیکا ،اومنه کی فتح